استو صوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بنات اہلسنت (اردو)

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 2 | جون 2011ء | شمارہ 6

مظلوم مرد کی داستان

سعودی قونصل خانے پر حملہ

پاک سعودیہ دوستی کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی سازش

صراطِ مستقیم کورس

بھابھی صاحبہ!

ناشر احناف میڈیا سروس AMS

اتحاد اھلِ السنۃ والجماعۃ

کے زیر اہتمام

بمقام: اسلام آباد ہوٹل میلوڈی G-6 اسلام آباد

بتاریخ: 19 جون 2011ء بروز اتوار

بوقت: صبح 9 تا سہ پہر 3 بجے

دوسرا سالانہ
امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیمینار

زیر صدارت

شیخ التفسیر
مولانا منیر احمد منور حفظہ اللہ
امیر
اتحاد اھلِ السنۃ والجماعۃ
پاکستان

بدعا

- مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی
- مولانا ظہور احمد علوی

مقررین

- فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی — مکہ مکرمہ
- شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی — جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ
- مولانا مفتی محمد زاہد — جامعہ امدادیہ فیصل آباد
- مولانا ابن الحسن عباسی — مدیر ماہنامہ وفاق المدارس
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن — مرکز اعلیٰ السنۃ والجماعۃ، سرگودھا
- مولانا سید عدنان کاکاخیل — جامعۃ الرشید کراچی
- الشیخ مولانا سجاد ابن الحجابی — مردان
- مولانا قاضی روح اللہ مدنی — سابق صوبائی وزیر، پشاور
- مولانا عبدالخبیر آزاد — خطیب بادشاہی مسجد لاہور
- مولانا مفتی شبیر احمد — مرکز اعلیٰ السنۃ والجماعۃ، سرگودھا
- ڈاکٹر علی اصغر چشتی — علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
- ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی — اسلام آباد
- سینئر صحافی مجیب الرحمٰن شامی — لاہور
- معروف کالم نگار عرفان صدیقی — اسلام آباد
- مولانا عابد جمشید — ڈائریکٹر احناف میڈیا سروس

سیمینار کی تمام کارروائی درج ذیل ویب سائیٹس پر براہ راست دکھائی جائے گی۔

www.alittehaad.org, www.ahnafmedia.com

داخلہ بذریعہ کارڈ ہوگا

رابطہ کمیٹی

مولانا عبدالشکور حقانی ، مولانا محمد رضوان عزیز ، مولانا شفیق الرحمٰن

0332-5279592، 0307-7923095، 0322-4410730

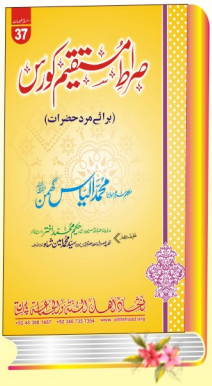

اسلام کی بنیادی تعلیمات ہر شخص پر فرض ہیں روزِ مرہ پیش آنے والے مسائل کا حل اسلام میں کیا ہے؟؟؟ یہ جاننا اور اس پر عمل کرنا از حد ضروری ہے اس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہوسکتا دورِ حاضر کی تیز رفتاری نے انسان کو اتنا مصروف کر رکھا ہے کہ اس کے پاس تفصیل سے فقہی احکام کو سیکھنے کی فرصت ہی نہیں اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ایسا مختصر نصاب ترتیب دیا جائے جس میں جہاں زندگی بسر کرنے کے بنیادی مسائل ہوں وہاں اھل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات کے دلائل بھی ہوں۔ چنانچہ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے ایک ایسا جامع نصاب ترتیب دیا ہے جس میں عقائد ونظریات بھی ہیں احکام و مسائل بھی اور احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ مسنون دعاؤں کا التزام بھی۔

ملک بھر میں سینکڑوں مقامات پر یہ کورس منعقد ہوتا ہے اور اپنی افادیت کے پیش نظر عوام الناس میں بے حد مقبول ہے۔

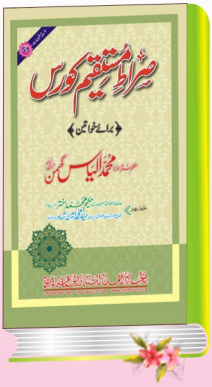

یہ بات بھی اپنی جگہ بالکل مسلم ہے کہ معاشرہ میں جب تک خواتین دینی تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہونگی اس وقت تک اولاد کی تربیت ناممکن ہے اور گھریلو زندگی میں بھی راحت کے پھول نہیں کھل سکتے اس لیے خواتین کو دینی اور معاشرتی تعلیم دینا ہماری اولین ترجیح ہے صراط مستقیم برائے خواتین کے نام سے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے الگ سے نصاب ترتیب دیا ہے جس میں طہارت کے مسائل سے لے کر نکاح، طلاق تک اور گھریلو زندگی سے متعلقہ امور کو شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ انداز تفہیم بالکل سہل ہے جس سے کم عمر بچیوں سے لے کر سن رسیدہ خواتین تک سب بآسانی استفادہ کرسکتی ہیں۔

مکتبہ اھل السنۃ والجماعۃ
0321 6353540

درس قرآن

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لایحب من کان مختالا فخورا○

ترجمہ: ''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ دار یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ (اچھا برتاؤ رکھو) بے شک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔''

قرآن وسنت میں پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ پھر پڑوسیوں کے حقوق کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔

۱: پہلے درجہ کو جار ذی القربیٰ (قریب والا پڑوسی) ۲: دوسرے کو الجار الجنب کہا گیا یعنی دور والے پڑوسی پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اپنے گھر سے بالکل ملا ہوا ہو اور دوسرے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اتنا ملا ہوا نہ ہو۔ بعض حضرات نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار بھی ہو اور دوسرے سے مراد وہ جو صرف پڑوسی ہو۔ نیز مفسرین نے پہلے کا مطلب مسلمان پڑوسی اور دوسرے کا مطلب غیر مسلم پڑوسی بتلایا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ میں ان سے معانی کی گنجائش ہے خلاصہ یہ کہ پڑوسی چاہے رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا کافر، اس کا گھر بالکل ملا ہوا ہو یا ایک دو گھر چھوڑ کر ہو، ان سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

۳: اور پڑوسیوں کی تیسری قسم جس کو قرآن کریم نے صاحب بالجنب سے تعبیر فرمایا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو عارضی طور پر تھوڑی دیر کے لیے ساتھی بن گیا ہو، مثلاً سفر کے دوران ساتھ بیٹھا یا کھڑا ہو، یا کسی مجلس یا کسی لائن میں لگے ہوئے اپنے پاس ہو۔ وہ بھی ایک طرح کا پڑوسی ہے اور اس کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی گئی ہے بلکہ اس سے بھی آگے ہر راہ گیر اور مسافر کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، چاہے وہ اپنا ساتھی اور پڑوسی نہ ہو۔

درس حدیث

"عن علی قال جهز رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطمة فی خمیل وقربة ووسادة خشوها اذخر."

(رواہ النسائی)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا کو جہیز کے طور پر یہ چیزیں دی تھیں ایک پلودار چادر، ایک مشکیزہ، ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

(سنن نسائی)

تشریح:

ہمارے ملک کے اکثر اہل علم اس حدیث کا مطلب یہی سمجھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں (چادر، مشکیزہ، تکیہ) اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے موقع پر جہیز کے طور دی تھیں۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز کے طور کچھ سامان دینے کا رواج بلکہ تصور میں بھی نہیں تھا اور جہیز کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا تھا اس زمانہ کی شادیوں کے سلسلے میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا۔ سیدہ فاطمہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں کے نکاح کے سلسلہ میں بھی کہیں کسی قسم کے جہیز کا ذکر اور بندوبست کرنے کے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور نے ان چیزوں کا انتظام حضرت علی کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے انہی کی طرف سے اور انہی کے پیسوں سے کیا تھا کیونکہ یہ ضروری چیزیں ان کے گھر میں نہیں تھیں روایات سے اس کی پوری تفصیل معلوم ہوجاتا ہے بہرحال یہ اصطلاحی جہیز نہیں تھا۔

سعودی قونصل خانے پر حملہ پاک سعودیہ دوستی کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی سازش

تحفظ حرمین شریفین کونسل کے کنوینئر ہونے کے ناتے ہم سعودی قونصل خانے پر حملے اور سعودی سفارتکار کی شہادت کی شدید مذمت کرتے ہیں کراچی میں پچھلے دنوں سعودی قونصل خانے پر حملہ پاکستان اور سعودیہ دوستی کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تحفظ حرمین شریفین ریلی پر فائرنگ اور آل سعود کے خلاف متنازعہ وال چاکنگ کا بروقت نوٹس لیا جاتا، تو یہ سانحہ کبھی رونما نہ ہوتا، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ کوئی بھی محبّ وطن پاکستانی سعودی قونصل خانے پر اور سفارتکار کو اس میں شہید کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ دین اسلام اور وطن عزیز پاکستان کے دشمن عناصر کی کارروائی ہے۔ ہم تحفظ حرمین شریفین کونسل کی فورم سے حکمرانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان جیسے واقعات کا سخت نوٹس لیں اور مجرموں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دیں، تاکہ آئندہ کسی کو بھی ایسے مذموم واقعہ کی جرأت نہ ہو، ان شاء اللہ ہم خون کے آخری قطرے تک اسلام، اہل اسلام، پاکستان اہل پاکستان اور تمام اسلامی مملکتوں خصوصا سرزمین حرمین شریفین کا تحفظ کریں گے۔

☆☆☆

اتحاد اھل السنّت والجماعت کی طرف سے ان شاء اللہ مورخہ 19 جون 2011 کو اسلام آباد میں ایک عظیم الشان امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سیمینار کا انعقاد کیا جارہا ہے جس میں امام صاحب کی مناقب اور فقہ حنفی کی جامعیت پر مندوبین اپنی اپنی تحقیقات پیش کریں گے میں اپنی تمام بہنوں سے التماس کرتا ہوں کہ سیمینار کی کامیابی کے لیے دعا گو رہیں اللہ تعالی اس کو اپنے فضل وکرم سے کامیاب فرمائے اور معاندین کی نظر بد سے بچائے رکھے۔ والسلام

آپ کا بھائی

محمد الیاس گھمن

بھابھی صاحبہ!

مولانا محمد کلیم اللہ

16 مئی 2011ء کو احناف میڈیا سروس کے ڈائریکٹر مولانا عابد جمشید کی اہلیہ محترمہ علالت کے باعث فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال لاہور میں انتقال فرما گئی۔ درج ذیل مضمون ان کی سیرت کی مختصر جھلک دکھانے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ مرحومہ کے متعلقین میں سے اگر کوئی ان کے حوالے سے مضمون بھیجنا چاہیں تو ہمیں ہمارے پتہ پر ارسال کر دیں۔

ابھی چند دن پہلے مجھے ایک میسج موصول ہوا کہ ''الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت کے ساتھ مجھے ایک بیٹی عطا فرمائی ہے۔'' میں نے فون کر کے مبارک باد دی، یہ میسج احناف میڈیا سروس کے ڈائریکٹر مولانا عابد جمشید (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور؛ ایم فل پنجاب یونیورسٹی) کا تھا مولانا کی ذات گرامی کی شخصیت جاننے کے لیے میری تحریر پڑھنے کی بجائے ان سے ملاقات ضروری ہے۔ نہایت شریف الطبع، سلیم الفطرت، علم دوست، عالم باعمل، متفکرانہ ذہن رکھنے والے اور ایک دردمند انسان ہیں۔ علم میں جتنی اللہ تعالیٰ نے انہیں دسترس عطا کی ہے اس سے کہیں زیادہ وہ سادگی پسند ہیں۔ اپنے شیخ و مرشد متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے مسلکی کاموں کی ترویج میں دست باز و ہیں۔ اللہ ان کو اس پر اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے۔

مولانا کی اہلیہ کو ہم ''بھابھی صاحبہ'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ بھابھی صاحبہ کی پیدائش تقریباً 1978ء میں ''ساروکی'' کے علاقے میں ہوئی (یہ وہ علاقہ ہے جہاں کے ایک باسی غازی عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخ رسول کو جہنم واصل کیا تھا) بھابھی صاحبہ راجپوت برادری سے تعلق رکھتی تھیں آپ کے والد کا نام محمد جمیل ہے بھابھی صاحبہ کل پانچ بہن بھائی ہیں۔

بچپن:

پرفتن زمانے میں لڑکیوں کی تربیت اس قدر مشکل ہے کہ.....الامان والحفیظ۔لیکن جن کے گھرانے میں دینی تعلیم کے چراغ جلتے ہوں وہاں زمانے کی تاریکیاں جنم نہیں لیتی۔ بھابھی صاحبہ کا گھرانہ ایک شریف اور پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ دین دار گھرانہ بھی ہے۔جس کا اثر یہ ہے کہ تمام بہن بھائی عزت اور سلیقہ مندی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔محترمہ بھابھی صاحبہ بھی اپنے بہن بھائیوں کی طرح شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔بچپن ہی قرآن کریم ناظرہ مکمل کیا اور مسنون دعاؤں کا التزام شروع کر دیا۔عصری تعلیم اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی پھر لاہور کی مشہور دینی درسگاہ ''جامعۃ الفصیل للبنات ماڈل ٹاؤن'' میں درس نظامی شروع کیا اور دورہ حدیث کی تیاری اپنے شوہر نامدار کے پاس کی اس کے بعد وزیر آباد میں وفاق المدارس کے امتحانات میں شامل ہو کر اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔

گھریلو زندگی:

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد انسان عملی زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے بھابھی صاحبہ نے گھریلو زندگی کیسے گزاری ان کے شوہر نامدار مولانا عابد جمشید کی زبانی سنیے:

''جب میں اپنی والدہ کی طرف دیکھتا تھا تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میری والدہ سے زیادہ نیک پاک کوئی خاتون نہیں بالکل یہی حال میری بیوی کا تھا کہ ان جیسی اطاعت گزار بیوی میں نے نہیں دیکھی، ان کے خصائل حمیدہ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔گناہوں سے اجتناب اس قدر تھا آج کی عورت سے اس کی امیدیں بہت کم ہیں: تہمت، زبان درازی، جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ تو اس کے قریب سے بھی نہ گزرتی تھی۔حقوق اللہ کی حد درجہ ادائیگی اور حقوق العباد کے بارے میں اتنی محتاط کہ ہم جیسوں کو بھی رشک آجاتا ولیس الذکر کالانثیٰ۔

خاوند کی اطاعت گزار اتنی کہ کیا پوچھتے ہو۔میں نے ساری زندگی ان کی زبان سے ''نہ'' نہیں سنی۔بس وہ اپنے خاوند کی رضا جوئی میں فنا تھیں۔بیک وقت جہاں وہ ایک بیوی کے فرائض انجام دیتی وہاں ایک اچھی بہو ہونے کا بھی ثبوت تھیں۔ہماری والدہ صاحبہ نے بچیوں کے

لیے اپنے علاقے میں دینی ادارہ شروع کیا تھا اس میں بھی میری اہلیہ جہاں ایک معلّمہ تھیں تو گھریلو معاملات میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔ سارے گھر اور مدرسے کا نظم و نسق یوں چلتا تھا کہ اہل علاقہ کے لیے ضرب المثل تھا۔ آداب کی اس قدر رعایت کرتی تھیں میں کبھی ان کو الفت و پیار میں کہہ دیتا ''اتنا بھی تکلف مت کرو'' چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال ہے کہ اس کی مثالیں فقط قرون اولیٰ میں ملتی تھیں شاید یہ بھی انہی سے بچھڑی ہوئی ایک مقدس روح تھی جس نے میری زندگی میں خوشیوں کی فصل کو لہلہا دیا۔ میرے وقت کا زیادہ حصہ گھر سے دور گزرتا تھا بچوں کی نگہداشت میں مجھے کبھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس لیے کہ اس نے بچوں کو پیار ماں بن کر دیا اور ان کی تربیت باپ بن کر کی۔ آج بھی اللہ کا فضل ہے میری چار بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا ہے ان کے ہم عمر بچوں اور بچیوں میں آپ کو خاص فرق نظر آئے گا جو خالصتاً ان کی والدہ کی تربیت کا مظہر اور آئینہ دار ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ اللہ کا فضل اور ہمارے شیخ متکلم اسلام ولی کامل مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی تربیت کا اثر ہے۔ اللہ تعالی مرحومہ کو جزاء خیر عطا فرمائے، اس کی حسنات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کے سیئات سے درگزر فرمائے اور روز قیامت ایک بار پھر ہم کو آپس میں ملا دے جہاں وہ جنت کے حوروں کی سردار بنے گی۔ آمین

وفات:

بھابھی صاحبہ اپنی چوتھی بیٹی کی پیدائش کے بعد غیر معمولی طور پر بیمار ہوئیں۔ علاج معالجہ کے لیے مختلف ہسپتالوں میں تشریف لائیں۔ آخر کار ''فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال'' کے ایمرجنسی وارڈ I.C.U میں 16 مئی کو زندگی کی بازی اس حالت میں ہار گئیں کہ زبان پر اللہ اللہ کی صدائیں تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ:

بھابھی صاحبہ خود صاحب نسبت تھیں اور آپ کے بیت کا تعلق استاد محترم شیخ طریقت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ سے تھا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ آپ کے شیخ نے

پڑھایا جنازے میں دور دراز سے علماء، طلباء، خطباء حفاظ، مجاہدین اور دین دار لوگ تشریف لائے سرگودھا سے مرکز اھل السنّت والجماعت کے اساتذہ اور احناف ٹرسٹ کے ذمہ داران پر مشتمل جبکہ لاہور سے احناف میڈیا سروس کے عہدیداران اور جامعہ حقانیہ سے اساتذہ اور طلبا پر مشتمل قافلوں نے شرکت کی اس کے علاوہ نواحی علاقوں سے علما کے ایک جم غفیر نے شرکت کی بعدازاں آپ کو چک گلاں گوجرانوالہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اللہ آپ کی مرقد کو تاحد نگاہ وسعتیں عطا فرمائے اور اس کو نور سے بھر دے۔

نوٹ: ادارہ بنات اہل السنّت اس غم میں برابر کا شریک ہے اللہ تعالی پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور بھابی صاحبہ کی اولاد کا خود؛ کفیل بن جائے۔ اللہ ان بچوں کو زمانے کی تلخیوں سے بچائے رکھے۔ اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین یارب العالمین

بنات اہلسنت

نرخ نامہ برائے اشتہارات ماہنامہ

بیک			
بیک فل پیج 4 کلر	3000	3/4 بیک پیج 4 کلر	2500
ہاف بیک پیج 4 کلر	2000	1/4 بیک پیج 4 کلر	1500
اندرون			
فل پیج ون کلر	1800	3/4 ون کلر	1500
ہاف پیج ون کلر	1300	1/4 ون کلر	800
مین پیج ان سائیڈ			
فل پیج ون کلر	2000	3/4 پیج ون کلر	1300
ہاف پیج ون کلر	1000	1/4 پیج ون کلر	800
ایک پٹی 1.5 انچ مین ٹائٹل	2000	پٹی 1.5 انچ بیک ٹائٹل	600

اسلام اور خواتین

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

ہندوستان میں منو کے مذہبی قوانین میں باپ، شوہر یا دونوں کی وفات ہو جانے کی صورت میں بیٹے سے علیحدہ عورت کا کوئی مستقل حق نہیں تھا اور ان سب کی وفات کے بعد اس کا شوہر کے کسی قریبی رشتہ دار سے متعلق ہو جانا ضروری تھا، وہ کسی حال میں اپنے معاملہ میں خود مختار نہیں ہو سکتی تھی معاشی معاملات میں اس کی حق تلفی سے زیادہ سختی اس کے شوہر سے علیحدہ زندگی کے انکار کی صورت میں تھی، جس کے مطابق بیوی کو شوہر کے مرنے کے دن مر جانا اور اس کی چتا پر ستی ہو جانا ضروری تھا یہ پرانی رسم برہمنی تمدن کے قدیم زمانہ سے سترہویں صدی تک برقرار رہی اور اس کے بعد مذہبی حلقوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ختم ہوگئی۔

حمورابی کی شریعت (جس کی وجہ سے بابل مشہور ہوا تھا) عورت کو پالتو جانور سمجھتی تھی اور اس کی نظر میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی رو سے اگر کسی نے کسی کی لڑکی کو قتل کیا ہے تو قاتل کو اپنی لڑکی مقتولہ لڑکی کے بدلہ میں حوالہ کرنا ہوتی تھی تاکہ لڑکی والا اسے قتل کر دے یا باندی بنالے یا معاف کر دے مگر وہ اکثر قتل ہی کی جاتی تھی۔ یونان قدیم میں عورت ہر قسم کے حقوق اور آزادی سے محروم تھی اسے ایسے بڑے گھروں میں رہنا ہوتا تھا جو راستہ سے دور کم کھڑکیوں والے ہوتے تھے اور ان کے دروازوں پر پہرہ دار مقرر رہتے تھے، بیویوں اور گھریلو عورتوں کی طرف بے توجہی کے سبب بڑے یونانی شہروں میں ایسی محفلیں عام ہوگئی تھیں جن میں گانے والیوں اور حسین عورتوں سے دل بہلایا جاتا تھا، مہذب محفلوں میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ جانے کی بہت کم اجازت تھی، اسی طرح فلسفیوں کے حلقے عورتوں کی موجودگی سے خالی نظر آتے ہیں اور پیشہ ور عورتوں یا مطلقہ باندیوں جیسی شہرت وعزت کسی شریف خاتون کو کبھی حاصل نہیں ہوئی۔

قدیم رومیوں کا عورتوں کے ساتھ معاملہ قدیم ہندوؤں ہی جیسا تھا جس کے تحت وہ باپ، شوہر اور بیٹیوں کے ماتحت رہتی تھیں اپنے تہذیبی عروج کے دور میں ان کا خیال تھا کہ:

''نہ عورت کی بیڑی کاٹی جا سکتی ہے نہ اس کی گردن سے جوا اتارا جا سکتا ہے رومی عورت اسی وقت آزاد ہوئی جب بغاوت اور نافرمانی کر کے رومی غلام آزاد ہوئے اور عورت کو غلام رکھنا ناممکن ہو گیا۔''

استاد عقاد نے قدیم مصری تہذیب میں عورتوں کے بعض حقوق واختیار کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اسلام سے پہلے مصری تہذیب اور اس کے قوانین ختم ہو چکے تھے اور شرق اوسط میں اس دور میں رومی تہذیب کے زوال اور اس کے عیاشی اور لذت پرستی کے ردعمل کے طور پر دینوی زندگی سے نفرت کا رجحان پیدا ہو گیا تھا بلکہ زندگی اور آل واولاد کی طرف سے سرد مہری پیدا ہو گئی تھی اور زاہدانہ رجحان نے جسم اور عورت کو نجس سمجھ لیا تھا اور عورت کو گناہوں کا ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا، قرون وسطی کے اس رجحان ہی کا اثر تھا کہ پندرہویں صدی عیسوی تک کلیسا کے ذمہ دار عورت کی فطرت کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہے تھے کہ کیا وہ جسم بلا روح ہے یا روح رکھنے والا جسم ہے جس سے نجات یا ہلاکت متعلق ہوتی ہے اکثریت کا خیال یہ تھا وہ نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور اس نے کنواری مریم والدہ حضرت مسیح کے سوا کسی کا استثناء نہیں۔

رومی عہد کے اس رجحان نے بعد کی مصری تہذیب میں عورت کے مقام کو متاثر کیا مصریوں پر رومی مظالم کی شدت ان کی رہبانیت اور دنیا بیزاری کا سبب بن گئی تھی، چنانچہ بہت سے زاہد لوگ رہبانیت کو قرب الٰہی کا ذریعہ اور شیطان کے مکر سے (جس میں عورت سرفہرست تھی) دوری کا وسیلہ جانتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابوں کی تعلیم کے مطابق لڑکی باپ کی میراث سے خارج ہو جاتی ہے اگر اس کا کوئی بھائی موجود ہے۔

میراث کے بارے میں حکم صریح ہے کہ جب تک اولاد ذکور رہے گی لڑکی اس سے محروم رہے گی اور جس لڑکی کو میراث ملے گی اسے کسی دوسرے قبیلہ میں شادی کی اجازت نہ ہوگی اور نہ اسے کسی قبیلہ کی طرف میراث منتقل کرنے کی اجازت ہوگی، یہ حکم کتب تورات میں متعدد جگہوں پر ہے۔

اب ہم ان بلاد مقدسہ کی طرف رخ کرتے ہیں جہاں قرآن کریم کی دعوت شروع ہوئی تھی یعنی ''جزیرۃ العرب'' مگر آپ کو وہاں بھی اس کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہاں عورتوں کے ساتھ انصاف اور اکرام کا کوئی الگ معاملہ تھا بلکہ ''جزیرۃ العرب'' کے بعض اطراف میں عورتوں سے بدمعاملگی ساری دنیا سے زیادہ تھی اور بعض اطراف میں اس لیے اس سے اچھا معاملہ کیا جاتا تھا اور اس کی شوہر کے یہاں عزت تھی کہ وہ کسی بارعب رئیس کی لڑکی یا کسی محبوب بیٹے کی ماں اور باپ شوہر، بھائی اور بیٹے اپنی ملکیت یا حمایت میں داخل اشیاء کی طرف اس کی حفاظت کرتے تھے کیونکہ یہ آدمی کے لیے عیب تھا کہ اس حرم کی بے حرمتی کی جائے جس طرح یہ عیب تھا کہ اس کی حمایت یافتہ یا کسی ممنوعہ چیز پر دست درازی کی جائے جس میں اس کے گھوڑے، جانور، کنواں اور چراگاہ شامل تھی وہ مال مویشی کے ساتھ میراث میں منتقل ہوتی تھی۔ آدمی شرم کے مارے اپنی بیٹی کو بچپن ہی میں زندہ درگور کر دیتا تھا اور اس پر خرچ کو بوجھ سمجھتا تھا اور جو اسے زندہ رکھتے اور بچپن میں جاں بخشی کر دیتے ان کی نظر میں ان کی حیثیت میراث کی تھی جو باپ سے بیٹوں کو منتقل ہوتی تھی اور قرض یا سود کی ادائیگی میں اسے بیچا اور رہن رکھا جا سکتا تھا، وہ اس انجام سے اسی وقت بچ سکتی تھی جب وہ کسی معزز قبیلہ کی فرد ہوتی جس کی حمایت و قربت کو وقعت حاصل ہوتی تھی۔''

(المراۃ فی القرآن، للاستاذ عباس محمود العقاد)

بدھ مت:

بدھ مت میں عورتوں کے بارے میں خیالات کا ایک نمونہ مذہب و اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر کے قول سے پیش کیا ہے کہ:

''پانی کے اندر مچھلی کی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے اس کے

پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں۔''

(Encyclopeda of Relighion & Fthics, Vol 5.p271 Newyork.1912)

ہندو دھرم:

مذکورہ انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار عورتوں کے بارے میں ہندو خیالات کے بارے میں لکھتا ہے: ''برہمن ازم میں شادی کو بڑی اہمیت حاصل ہے ہر شخص کو شادی کرنا چاہیے لیکن منو کے قوانین کے رو سے شوہر بیوی کا سرتاج ہے اسے اپنے شوہر کا ناراض کرنے کا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے حتی کہ وہ اگر دوسری عورتوں سے تعلقات رکھے یا مر جائے تب بھی کسی دوسرے مرد کا نام اپنی زبان پر نہ لائے اگر وہ دوبارہ نکاح کرتی ہے تو سورگ سے محروم رہے گی جس میں اس کا پہلا شوہر رہتا ہے بیوی کے غیر وفادار ہونے کی صورت میں اسے انتہائی کڑی سزا دی جانی چاہیے عورت کبھی بھی آزاد نہیں ہوسکتی وہ ترکہ نہیں پاسکتی شوہر کے مرنے پر اپنے سب سے بڑے بیٹے کے تحت زندگی گزارنی ہوگی شوہر اپنی بیوی کو لاٹھی سے بھی پیٹ سکتا ہے۔''

(Encyclopeda of Relighion & Fthics, Vol 5.p271 Newyork.1912)

یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ میں (Ray Strachey) ہندوستان کے بارے میں لکھتا ہے: ''رگ وید میں (جس میں انسان کے جد امجد کی حکایات بھی ہیں) عورتوں کو پست اور حقیر مقام دیا گیا ہے بعد میں یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ روحانی طور پر نا قابل اعتبار بلکہ تقریبا بے روح ہے اور موت کے بعد مردوں کی نیکیوں کے بغیر اسے بقا حاصل نہیں ہوسکتی اس کی ساری امیدوں کو ختم کرنے والے مذہب کے ساتھ رسم ورواج کی بیڑیوں نے (جو رفتہ رفتہ پیدا ہوتی گئیں) یہ ناممکن کر دیا کہ عورت کسی نمایاں شخصیت کو جنم دے سکے عورتوں کو جنم دینے والے منو نے انہیں اپنے گھر، بستر، زیور کی محبت، بری خواہشیں، غصہ، بے ایمانی اور برے اطوار عطا کئے۔

عورتیں اتنی بری ہیں جتنا کہ جھوٹ یہ ایک مسلم حقیقت تھی عورت کی فطرت میں یہ داخل ہے کہ وہ مردوں کو اس دنیا میں غلط راستہ پر ڈالے اسی لیے عقل مند عورتوں کی محبت میں بے

فکر ہو کر نہیں بیٹھتے۔

بچپن کی شادی کی رسم بیواؤں سے نفرت ستی اور پردہ ایک ایسے سماج کے حسب حال ہیں کہ جس میں عورتوں کی اہمیت بچے جننے والی مخلوق سے زائد نہیں شاید نوزائیدہ لڑکیوں کی موت ایک ایسی دنیا میں ان کے لیے رحمت ہے جس میں اسے مشکوک برائی کا سرچشمہ، دھوکہ باز، سورگ (جنت) کے راستہ کا روڑا اور نرک (دوزخ) کا دروازہ سمجھا جاتا ہے

(Universal History Of the Worl Ed,J.A Hamerton Vol.1,P78 London)

چین:

مسٹر اسٹریچی چین میں عورتوں کی حیثیت کے بارے میں لکھتا ہے: ''مشرق بعید یعنی چین میں حالات اس سے بہتر نہیں تھے چھوٹی لڑکیوں کے کاٹھ مارنے کی رسم کا مقصد یہ تھا انہیں بے بس اور نازک رکھا جائے یہ رسم اگرچہ اعلیٰ اور مال دار طبقات میں رائج تھی لیکن اس سے آسمانی حکومت کے دور میں عورتوں کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔''

(یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ مرتبہ ہیمرٹن لندن)

انگلستان:

مذکورہ بالا مقالہ نگار انگلستان میں عورتوں کے مقام کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

''وہاں اسے ہر قسم کے شہری حقوق سے محروم رکھا گیا تھا تعلیم کے دروازے اس پر بند تھے صرف چھوٹے درجہ کی مزدوری کے علاوہ وہ کوئی کام نہیں کر سکتی تھی اور شادی کے وقت اسے اپنی ساری املاک سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرون وسطیٰ سے انیسویں صدی تک عورتوں کو جو درجہ دیا گیا تھا اس سے کسی بہتری کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔

(یونیورسل ہسٹری آف دری ورلڈ مرتبہ ہیمرٹن لندن)

اسلامی تعلیمات:

آپ گذشتہ تعلیمات کا مقابلہ اسلام کے اس نئے اور منفرد کردار سے کیجیے جو اس نے عورتوں کے وقار و اعتبار کی بحالی، انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے، ظالم قوانین،

غیر منصفانہ رسم ورواج اور مردوں کی خود پرستی اور تکبر سے اسے نجات دلانے کے سلسلہ میں انجام دیا ہے۔قرآن مجید پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطہ نظر اور قرآن واسلامی زاویہ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے جس سے انفرادی سلوک اور اجتماعی قوانین متعلق ہوتے ہیں۔

وہ قرآنی آیات جو صنف نوع انسانی اور جنس لطیف کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ عورت کے اندر اس لیے اعتماد پیدا کرتی ہیں کہ ان کے بموجب معاشرہ میں اور خدا کے نزدیک اس کا متعین مقام ہے اور وہ دین وعلم، خدمت اسلام، خیر وتقویٰ میں تعاون اور صالح معاشرہ کی تعمیر میں پوری طرح حصہ لے سکتی ہے۔قرآنی آیات قبول اعمال، نجات وسعادت اور آخرت کی کامیابی کے بیان میں ہمیشہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''

ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولٰئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا (النساء ۱۲۴)

اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ''**فاستجاب لھم ربھم انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض** (آل عمران ۱۹۵)

ان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کرلیا۔اس لیے کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے (خواہ) مرد ہو یا عورت عمل کے ضائع نہیں ہونے دیتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔

اسی طرح وہ حیات طیبہ کے مواقع ووسائل عطا کرنے کے موقع پر بھی مردوں کے ساتھ عورتوں کو یاد رکھتا ہے بلکہ اس کے لیے ضمانت دیتا ہے اور اس کا وعدہ کرتا ہے حیات طیبہ ایک جامع اور دوررس معانی پر مشتمل کلمہ ہے جو مثالی اور کامیاب زندگی کا مفہوم اور عزت اطمینان کے غیر محدود معانی رکھتا ہے۔**من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینه**

حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون. (النحل ۹۸)

نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔

صفات حسنہ، اعمال صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر اور یہ اشارہ ہی نہیں کرتا کہ اعمال صالحہ اور صفات کریمہ میں ذکور واناث کا کوئی فرق نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ بیان کرتا ہے اور جب مردوں کی اس صفت کا ذکر کرتا ہے تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا اور ان کا مستقل ذکر کرتا ہے اگرچہ اس کے لیے طویل پیرایہ بیان ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ ان صفات میں قوت وصلاحیت رکھنے والے مردوں کو عورتوں پر قیاس کرنے پر وہ انسانی ذہن آمادہ نہیں ہوتے جنہوں نے غیر اسلامی مذاہب وفلسفہ اور قدیم معاشرت وآداب کے سایہ میں تربیت پائی ہے ایسے ذہنوں نے ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں تفریق کی ہے اور انہیں بہت سے فضائل میں مردوں کے ساتھ شرکت سے بھی مستثنیٰ کر رکھا ہے چہ جائیکہ ان کی مزاحمت وسبقت کو گوارا کریں۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما. (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں اور روزہ رکھنے

والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

قرآن مجید صرف طاعات وعبادات ہی کے سلسلہ میں ان کا ذکر نہیں کرتا بلکہ باصلاحیت مردوں علماء اور اولوالعزم افراد دینی واخلاقی احتساب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے والوں کے ساتھ بھی ان کا ذکر کرتا ہے اور مومنین ومومنات کو ایک متحدہ اور خیر وتقویٰ پر تعاون کرنے والی جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون با لمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة ويوتون الزكوة ويطيعون الله ورسوله اولئك سير حمهم الله ان الله عزيز حكيم. (التوبہ ۸۱)

ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا، بے شک اللہ بڑے اختیار والا ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

شرف انسانی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچنے کا ذریعہ اور کامل معیار جنس ونسل اور رنگ وخون سے قطع نظر صرف تقویٰ کو قرار دیتا ہے۔

يا ايها الناس انا خلقنا كم من ذكر وانثى وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ان الله عليم خبير (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے زیادہ پرہیز گار اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔

یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خوداعتمادی پیدا کرنے اور جدید نفسیات کی اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھنے کے لیے بہت کافی ہیں۔

ان ہی تعلیمات کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتین اسلام میں معلمات اور تربیت کرنے والی، جہاد اور تیمارداری کرنے والی، ادیب ومصنف، حافظ قرآن، حدیث کی راوی، عابد وزاہد اور معاشرہ میں صاحب حیثیت و وجاہت خواتین کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جن سے علمی استفادہ کیا گیا اور جن سے تربیت حاصل کی گئی اور جو معیاری مثالی شخصیت کی حامل تھیں۔

حقوق جو اسلام نے مسلمان عورت کو دیئے ہیں ان میں چند یہ ہیں:

☆ ملکیت ومیراث کا حق ☆ خرید وفروخت کا حق

☆ درس تدریس اور دین کی تبلیغ

اوران کے علاوہ حقوق تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہے۔

مغربی فضلاء اور اہل انصاف کی شہادت واعتراف:

متعدد انصاف پسند مغربی فضلاء اور معاشرتی وتمدنی تاریخ کے ماہرین نے ان قرآنی اور شرعی تعلیمات کی برتری کا اعتراف کیا ہے جو عورتوں کے احترام اوران کے لیے حقوق پر مشتمل ہے۔

ہم یہاں دو تین شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضلہ کی ہے جو ہندوستان میں ایک تربیتی واصلاحی تحریک کی قائد اور جنوبی ہند کے ایک ثقافتی ادارے (تھیا سوفیکل سوسائٹی) کی صدر رہی ہیں انہوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا تھا کسی خاتون کی شہادت اس لیے بھی اہم اور قیمتی ہوتی ہے کہ وہ عورت کے معاملہ میں حساس ہوتی ہے اوراس کی طرف سے دفاع میں دل چسپی رکھتی ہے، مسز اینی بسنت (MRS.ANNIE BESANT) کہتی ہیں:

آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مذہب اسلام پر اس لیے تنقید کرتے کہ یہ محدود تعدد

ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن کے ایک ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی تھی۔ میں نے سامعین سے کہا تھا کہ یک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانہ پر زنان بازاری کی موجودگی ''نفاق'' ہے اور محدود تعدد ازدواج سے زیادہ ذلت آمیز ہے قدرتی طور پر اس قسم کے بیانات کا لوگ برا مانتے ہیں لیکن اسے بتلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جارہے تھے، یہ سب سے منصفانہ قانون تھا جو دنیا میں پایا جاتا تھا جائیداد وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں مغرب سے کہیں آگے تھا اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا یک زوجگی اور تعدد ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے اور وہ مغرب میں عورتوں کی ذلت پر نظر نہیں ڈالنا چاہتے جسے اس کے اولین محافظ سڑکوں پر صرف اس لی پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر وہ ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔

(The Life & TEaching Of MUHAMMAD By Annie Besant Madras 1932.p.3)

مسٹر (N.L.CULSEN) لکھتے ہیں:

بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے معاملہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں۔ جن کا عمومی عورتوں کی حیثیت میں بہتری لانا ہے اور وہ عربوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں اسے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اسے پہلے حاصل نہیں تھی طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے وہ عدت کو اس میں شامل کرنا ہے۔

(A History Of Islam Law(Eninburg.1971)P.14

مذہب واخلاق کی انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

پیغمبر اسلام نے یقیناً عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیا جو اسے قدیم عرب میں حاصل تھا خاص طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ کا جانور نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کی حق

دار ہوگئی اور ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ طلاق کی حالت میں شوہر پر یہ واجب ہو گیا کہ وہ اسے وہ سب چیزیں دے دے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ طبقہ کی خواتین علوم اور شاعری سے دلچسپی لینے لگیں اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے بھی کام کیا طبقہ عوام کی عورتیں اپنے گھر کی ملکہ کی حیثیت سے اپنے خاوندوں کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں ماں کی عزت کی جانے لگی۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ص ۲۷۱ (نیویارک ۱۹۱۲ء)

پیدائش نو اور انقلاب عظیم:

قرآنی آیات اور نبوی تعلیمات کی روشنی میں عورتوں کے مقام کے بارے میں یہ نیا نقطہ نظر گویا انسانی دنیا میں نوع نسواں کی نئی پیدائش کا حکم رکھتا تھا کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ قدیم زمانہ میں اس میں اور پالتو حیوان یا کسی بے جان چیز میں فرق نہ تھا وہ زندہ دفن کر دی جاتی تھی، رہن رکھی جاتی یا کسی محل کی گڑیا سمجھی جاتی تھی اس صورت حال میں یہ انقلابی تعلیمات تمدن اور اخلاق، خانگی اور ازدواجی زندگی میں ایک مبارک اتفاق کی حیثیت میں سامنے آئیں جن کا کم وبیش سبھی ملکوں اور معاشروں نے استقبال کیا خاص طور پر ان ملکوں نے جہاں اسلام فاتحانہ داخل ہوا یا اسے حکومت وانتظام کا موقع ملا۔ یا جہاں وہ ایک اصلاحی دعوت اور عملی نمونہ کے طور پر پہنچا۔ اسلام کے اس انسانی تحفہ کی قدر و قیمت ان ملکوں میں بالکل ظاہر ہے جہاں بیوائیں اپنے آپ کو اپنے متوفی شوہروں کی چتا میں جلا ڈالتی تھی اور نہ معاشرہ ان کو شوہروں کے بعد زندہ رہنے کا حق دیتا تھا اور نہ وہ خود کو اس کا حقدار سمجھتی تھیں۔

مسلمان بادشاہوں نے اپنے وقت میں بعض ہندوستانی رسم ورواج اور خاص طور پر ''ستی'' کی رسم کی اس طرح اصلاح کی کہ دینی عقائد اور ہندوستانی روایت کو نہ نقصان پہنچے اور نہ ان کی بے حرمتی ہو اس سلسلہ میں مشہور فرانسیسی سیاح اور طبیب ڈاکٹر برنیر جس نے شاہ جہان کے زمانہ میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی لکھتا ہے:

آج کل پہلے کی نسبت ''ستی'' کی تعداد کم ہوگئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور اگر چہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی قانون مقرر کیا ہوا نہیں ہے کیونکہ ان کی پالیسی (تدبیر مملکت) کا یہ ایک جزو ہے کہ ہندوؤں کی خصوصیات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ان کی مذہبی رسوم کے بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں تاہم ''ستی'' کی رسم کو بعض اینچ پینچ طریقوں سے روکتے ہیں یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر اجازت اپنے صوبہ کے حاکم کے ''ستی'' نہیں ہوسکتی اور صوبہ دار ہرگز اجازت نہیں دیتا جب تک کہ قطعی طور پر اس کو یقین نہیں ہوجاتا کہ وہ اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہیں آئے گی صوبہ دار بیوہ کو بحث مباحثہ سے سمجھاتا ہے اور بہت سے وعدے وعید کراتا ہے اور اگر اس کی فہمائش اور تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں تو کبھی ایسا بھی کرتا ہے کہ اپنی محل سرا میں بھیج دیتا ہے تاکہ بیگمات بھی اس کو اپنے طور پر سمجھائیں۔

مگر باوجود ان سب امور کے ستی کی تعداد اب بھی بہت ہے خصوصا ان راجاؤں کے علاقوں اور عملداریوں میں جہاں کوئی مسلمان صوبہ دار متعین نہیں ہے۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر)

دادی اماں کے گھریلو ٹوٹکے

انتخاب: نبیلہ، انیلہ

نیلی سیاہی کے داغ کو پندرہ منٹ تک دودھ میں بھگو کر رکھ دیں پھر کپڑے کو پانی سے دھولیں داغ دور ہوجائے گا ☆ کپڑوں سے سرخ روشنائی کے دھبے دور کرنے کے لیے ان پر دہی ڈال دیں اور پھر رگڑیں بعد میں صابن سے اچھی طرح دھولیں ☆ گرم کپڑوں سے چکنائی کے دھبے دور کرنے کے لئے ان پر دہی لگائیں پھر کچھ دیر کے بعد صابن سے دھوڈالیں ☆ دہی جلد جمانے کے لئے دودھ میں تھوڑی سی ٹاٹری یا ٹارٹرک ایسڈ ☆ آٹے کو گوندھنے کے بعد اس پر گھی یا مکھن لگا دیا جائے تو اس پر پپڑی نہیں جمتی ☆ مکھن لگا کر گیلا کپڑا نچوڑ کر آٹے پر ڈال دیں تو وہ خمیر انہیں ہوگا ☆ پیاز کو خوبصورت سنہری رنگت میں تلنے کا نسخہ یہ ہے کہ پیاز کو چھیل اور کاٹ کر پندرہ منٹ کے لئے تھوڑے سے دودھ میں بگھو دیں پھر چھان کر تیل میں فرائی کر لیں بہت خوبصورت سنہرا براؤن کلر آئے گا ☆ اگر کریم گاڑھی کرنی ہو تو پھینٹتے وقت تین چار قطرے لیموں کا رس ملالیں ☆ پودینے کے پتے جس جگہ ہوں گے وہاں مکھیاں نہیں آئیں گی۔

صراط مستقیم کورس

مولانا محمد کلیم اللہ

ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ پیار محبت اس کا اساسی درس ہے۔ خلق خدا پر شفقت اس کی خشت اول ہے اس میں بھی شک نہیں کہ شفیق نبی نے اسلامی احکامات کو کما حقہ پہنچایا اور پھر سینہ در سینہ یہ دین ایسے ہی محفوظ رہا جیسے رب العلیٰ نے نازل فرمایا تھا اس میں کمی بیشی کی سب صورتیں خداوند تعالیٰ نے ناکام بنادیں، اسلام ہمیں جن باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ عقائد ونظریات، مسائل واحکام، اخلاق اور حسن معاشرت ہے۔

عقائد ونظریات درست ہوں گے تو بندہ مسلمان ہوسکتا ہے اگر عقائد میں خرابی ہو تو انسان ممکن ہے دنیا کے چند دن ٹھاٹھ باٹھ سے گزارے لیکن آخرت میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہوگا اس لیے عقائد کی درستگی اولین فریضہ ہے جب تک انسان یہ فریضہ ادا نہیں کرتا اس وقت بہشت میں جانے کی امیدیں کرنا، پاگل پن کے علاوہ کچھ نہیں۔

عقائد ونظریات میں درستگی کے بعد روزمرہ کی زندگی میں انسان جن مسائل سے دوچار ہوتا ہے اس کا جاننا بھی فرض ہے تاکہ انسان کی مکمل زندگی اسلامی طرز پر گزرے اور مسائل سیکھنے میں غفلت کا لازمی نتیجہ درندگی اور حیوانیت ہے۔ جو انسان کو زیبا نہیں دیتی، اس لیے مسائل واحکام جاننا بھی ازبس ضروری ٹھہرا اس لیے قرآن کریم نے جہاں ایمان کی بات کی ہے وہاں عمل صالح کی تلقین بھی ساتھ ہی فرمادی کہ اعمال صالح سے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی پہچان بہت آسان ہوجاتی ہے۔

مسائل واحکام کے بعد اخلاق اور حسن معاشرت کے درجے میں انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔

۱: انفرادی ۲: اجتماعی

انفرادی زندگی کے بارے میں بھی اسلام اس کی مکمل رہنمائی کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ تو نے کس طرح اپنی ذاتی زندگی گزارنی ہے اور اجتماعی زندگی کے بارے تو اسلام نے بہت زور دیا ہے معاشرہ میں امن وسکون قائم کرنے کے لیے جب تک اسلام کے درخشندہ اصولوں سے روشنی حاصل نہ کی جائے، کبھی امن کا سانس لینا نصیب نہیں ہوسکتا۔ معاشرہ میں امن کو برقرار رکھنے کے لیے خالق لم یزل نے جو اصول وقواعد بتلائے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین طیبات میں جو کچھ فرمایا ہے اگر معاشرہ میں ان تعلیمات کو عام کر دیا جائے اور ہم سب اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو ظلم وستم، فتنہ وفساد، لڑائی جھگڑا، قتل وغارت گری، بدامنی، بے سکونی، جور وجفا اور انارکی ختم ہو جائے۔ لیکن!

یہ سب کچھ تب ممکن ہے جب قرآن وسنت کی تعلیمات کو سیکھا اور سیکھایا جائے اس کے لیے مختلف سمر کیمپس منعقد کیے جاتے ہیں تاکہ انسان کو انسان بنایا جاسکے۔ اس سلسلے میں استاد محترم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے ایک مختصر سا کورس بنام ''صراط مستقیم کورس'' ترتیب دیا ہے ہے خواتین کے لیے الگ نصاب ہے اور مرد حضرات کے لیے الگ۔

ایک اہم بات:

میں یہاں ایک اہم بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ باقی کورسز کی بہ نسبت استاد محترم کے مرتب کردہ کورس میں چند ایک اہم خصوصیات ہیں۔

پہلے ضروری مباحث ذہن نشین کرادی جاتی ہیں تاکہ آنے والے تمام اسباق میں کوئی مشکل پیش نہ آئے

اس کے بعد اصول تفسیر واصول حدیث وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے تفسیری اقوال اور احادیث کی حیثیت معلوم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد منتخب قرآنی آیات جس میں عقائد کا بیان ہے احادیث کے انتخاب میں بھی ان کو ترجیح دی گئی ہے جن میں ضروریات دین اور ضروریات اھل السنّت کی وضاحت ہے

مسائل واحکام میں طہارت سے لے کر خانگی امور تک اور خانگی امور سے لے کر عبادات تک حتی کہ مرنے تک کفن دفن تک کے ضروری مسائل کو باحوالہ درج کیا گیا ہے اس کے بعد 40 مسنون دعائیں ایسی منتخب کئی گئی ہیں جو یاد کرنے میں آسان بھی ہیں اور مختصر بھی۔ اس حوالے سے یہ نصاب باقی کورسز کی بہ نسبت عام فہم ہے۔

الحمدللہ حضرت استاد صاحب کے علمی قد کا یہ عالم ہے کہ وطن عزیز کے باشندگان ان کی مساعی جمیلہ کے معترف ہیں۔ باطل نظریات کے حامل گروہوں سے مباحثہ کا میدان ہو یا اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات کی مثبت ترویج واشاعت، اسلامی تعلیمات کے دفاع کا معاملہ ہو رب تعالیٰ نے تحریر وتقریر میں آپ کی ذات گرامی کو خوب نوازا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ ملک بھر میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مقامات پر اس کورس کا انعقاد وعمل میں لایا جاتا ہے اور خلق کثیر اس سے مستفید ہو رہی ہے حسب سابق اس سال بھی موسم گرما کی تعطیلات میں سکول وکالج کے سٹوڈنٹس کیلیے یہ کورس مختلف مقامات پر کرایا جائے گا۔ کورس کتابی شکل میں دستیاب ہے اپنے علاقے میں کورس کرائیے۔

نوٹ: چونکہ کورس کی اشاعت عوامی ڈیمانڈ پر کی جاتی ہے اس لیے اپنے آرڈر پہلے ہی بک کرائیں۔ رابطہ کے لیے 0321-6353540

قبول اسلام

ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا؟ اس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا۔ پھر اس سے ضحاک نے کہا، اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

اقتباس: لطائف علمیہ

میرے دادا میرے استاد

نمرہ ابوذر، پنجاب گرلز کالج سرگودھا

مجھے اپنے مضمون کے لئے الفاظ نہیں مل رہے دماغ ساتھ نہیں دے رہا کہ کیسے اس اللہ کے ولی کے بارے میں لکھوں اور کیا میں وہ سب لکھ سکوں گی۔ جو میں لکھنا چاہتی ہوں ہوسکتا ہے کہ میں اپنے بڑے ابو کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کی عظمت اور وقار سے انصاف نہ کرسکوں جس کے لئے میں اللہ پاک سے اور اپنے بڑے ابو کی روح سے ایڈوانس میں معذرت خواہ ہوں۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو خود کو قرآن پاک کی ایک درس گاہ میں اپنے دادا ابو کی گود میں پایا۔ چونکہ کہ ہمارا گھر مسجد کے ساتھ تھا اور میرے دادا حضرت مولانا قاری محمد حنیف رحمتہ اللہ علیہ عرصہ 60 سال سے اِسی مسجد میں قرآن پاک کی خدمت میں مصروف تھے۔ اس لئے جب بھی دادا ابو مسجد میں تشریف لے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے جس وقت میں نے بولنا شروع کیا تو مجھے سکھائے گئے پہلے الفاظ'' **لاالہ اللہ محمدرسول اللہ**'' تھے۔ 6 سال کی عمر میں مجھے کلمہ، ایمان کی صفات اور متعدد دُعائیں بہترین تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ یاد تھی۔ جو لوگ بھی مجھ سے تلاوت سنتے تھے تلفظ کی ادائیگی کی وجہ سے حیران ہوجاتے تھے۔

میرے دادا ابو کے شاگردوں میں بچوں کے علاوہ ہزاروں بچیوں کو قرآن کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بھی شامل ہے جب آپ قرآن پڑھاتے تھے تو تلفظ کی ادائیگی پر خاص توجہ ہوتی تھی۔ اس وقت دادا ابو کے پاس تیسری نسل کے بچے قرآن پڑھ رہے تھے میں نے اپنی زندگی میں دادا ابو کی نماز تو دُور کی بات کبھی تہجد بھی قضا ہوتے نہیں دیکھی وہ رات کو سونے سے پہلے اپنے وظائف مکمل کرتے اور رات کو 2 بجے اُٹھ کر اپنے اعمال شروع کرتے اور تہجد کے لئے ایسے اُٹھتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی پہلے تہجد پڑھتے پھر تلاوت قرآن پاک کرتے پھر بہت خوبصورت الفاظ کے موتی بکھیرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں رو رو کر دُعا کرتے اللہ کی حمد وثناء کے بعد ایصالِ

ثواب ایسے کرتے کہ میں حیران رہ جاتی کہ اتنے نام کیسے یاد رہتے ہیں وہ الفاظ مجھے یاد ہو گئے ہیں میرا دل کرتا ہے کہ میں وہ الفاظ درج کروں یا اللہ جو پڑھا اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اس کا ثواب جنابِ محمد الرسول اللہ ﷺ کی روح مقدس کو پہنچا اور کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تمام صحابہ شہدا صالحین تابعین تبع تابعین شہدائے اُحد و بدر، خاندانِ اہلبیت، اولیاء اللہ، تیرے نیک بندے اور ہر وہ انسان جو ایمان کا ذرہ لیے دنیا سے رخصت ہوا ہر مسلمان مرد عورت بچہ، بوڑھا، جوان۔ یا اللہ سب کی روحوں پر اس کا ثواب پہنچا اور بالخصوص علمائے دیوبند مولانا اشرف علی تھانوی، حسین احمد مدنی، محمود الحسن، رشید احمد گنگوہی، امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا الیاس، مولانا یوسف، مولانا رائپوری، قاضی عبدالقادر اور کچھ تبلیغ کے میواتی حضرات تھے جن کے نام روانہ لے کر دُعائیں کیا کرتے تھے۔ پھر حسبِ معمول فجر کی آذان سے قبل مسجد میں تشریف لے جاتے تھے آپ کے جانے سے قبل ہی بچیاں درس گاہ میں موجود ہوتی تھیں آپ ہر بچی کو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ نماز۔ روزہ۔ ضروری مسائل اور تمام اہم مواقع کی دُعائیں یاد کرواتے تھے۔

اس کے علاوہ ہر بچی کو تعلیم الاسلام کے 6 حصے اور بہشتی زیور خود پڑھاتے تھے۔ بچیوں کو آپس میں مقابلہ کی فضا پیدا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے سب بچیاں خُوب محنت کر کے اپنی تیاری کرتی تھیں۔ تبلیغی جماعت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔

میرے دادا ابو حضرت رائپوریؒ کے خدام میں تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سرگودھا میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور قیامِ پاکستان کے بعد تبلیغ کا پہلا گشت سرگودھا میں میرے دادا ابو نے کیا۔ میرے اُستاد میرے دادا کے خواتین میں بیانات کو بہت پسند کیا جاتا تھا آپ بہت آسان اور سادہ اور پیارے الفاظ میں بڑی سے بڑی بات کو آسان کر کے سمجھا دیتے تھے۔ سرگودھا میں بچیوں کے اکثر مدارس کے سنگِ بنیاد اور طالبات سے بیانات فرمایا کرتے تھے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ میں آج جو یہ تحریر لکھ رہی ہوں یہ سرگودھا کی بہت سی لڑکیوں کے سامنے آئے گی۔ اِس لیے بڑی اہم ذمہ داری اور مکمل اِعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کر رہی ہوں کہ

اُنہوں نے 70 سال میں اپنی درسگاہ سے ذاتی طور پر ایک چھٹی بھی نہیں کی۔ آپ کبھی اپنی کسی بیٹی یا رشتہ دار کی طرف ساری زندگی میں رات بھی نہیں رہے۔ سال میں صرف دو مرتبہ عید کے دنوں میں دو دن کی چھٹیوں کے علاوہ کوئی چھٹی نہیں دیتے تھے۔ میرے دادا ابو کو بس ایک ہی فکر رہتی تھی کہ کل قیامت میں مجھ سے یہ سوال ہوگا کہ بچیاں پڑھنے آتیں تھیں اور تم درس گاہ میں موجود نہیں تھے تو میں کیا جواب دوں گا۔

آپ اپنی شدید تکلیف میں بھی درس گاہ میں ہر صورت پہنچتے تھے آپ اپنی شدید بیماری میں بھی اور زندگی کے آخری دنوں میں بھی وہیل چیئر پر 4 آدمیوں کے سہارے مسجد اور درس گاہ میں پہنچ جاتے تھے۔ آپ کو اس بات کی بڑی فکر رہتی تھی۔ آپ فرماتے کہ بچیوں کے پاس بہت کم وقت ہوتا ہے اور کام بہت زیادہ۔ یہ بیچاری پہلے تعلیم میں مصروف رہتی ہیں پھر پڑھتے پڑھتے شادیاں ہو جاتی ہیں پھر اگر گھر داری نہ آتی ہو تو سسرال سے طعنے پڑتے ہیں۔ اس لیے بچیوں کو جلد سے جلد تعلیم مکمل کر کے گھر داری پر توجہ دینی چاہیے۔

میں نے اپنی زندگی میں اپنے دادا ابو سے بڑا شفیق انسان کوئی نہیں دیکھا ہم جب رات کو سوتے تھے تو ہمیں دعائیں پڑھا کر سلاتے تھے اور صبح بڑی پیاری پیاری لوریاں سنا کر اُٹھاتے تھے۔ زندگی میں کبھی ہمیں نہیں ڈانٹتے تھے۔ اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو بڑے پیارے سے سمجھاتے تھے۔ چار بیٹیاں اور بیوی اور ہزاروں شاگرد لڑکیوں کے باوجود اپنے کپڑے خود دھوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری تسلی نہیں ہوتی اگر میں کسی کے ہاتھ کے دُھلے کپڑے پہن لوں تو میری نماز میں لذّت نہیں رہتی۔ اپنے عمامہ، کپڑے، موزے ہر چیز کو بڑے سلیقے سے استعمال کرتے تھے طبیعت میں بڑی نفاست تھی۔ ہمیشہ سنت کے مطابق لباس استعمال کرتے تھے۔ اپنی زندگی میں ہزاروں شاگرد بچیوں کے نکاح بھی پڑھائے۔ جب بیماری کا شدید حملہ ہوا تو میرے پاپا نے کئی مرتبہ کہا کہ ابو آپ اب بہت ضُعف کا شکار ہو گئے ہیں آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے ساری عمر پڑھایا ہی ہے اب بس کریں آرام کیا کریں تو فرماتے بیٹا میری تو خواہش کہ جب میرا

آخری وقت ہوا اس وقت بھی میری زبان پر تلاوت قرآن ہو اور پھر ایسا ہی ہوا۔ میرے دادا ابو کا دل بہت بڑا تھا سارے زمانے کے غم اور ہزاروں شاگردوں کے دُکھ اپنے سینے میں دفن کر لیا کرتے تھے سارا دن گھر میں رش رہتا تھا کوئی لڑکی اپنی ساس کا گلہ کرنے آئی ہوتی اور کوئی عورت اپنی بہو کا۔ سرگودھا میں ہزاروں گھرانے ایسے تھے کہ ماں بھی شاگرد ساس بھی شاگرد۔ بیٹی بھی شاگرد اور بہو بھی شاگرد۔ ہر انسان اُستاد جی کہہ کر پکارتا تھا اُستاد جی کے لقب سے مشہور تھے۔ ہر شاگرد کو صبر کی تلقین کرتے نماز روزہ کی تاکید کرتے۔

آخری ایام:

شوگر کی وجہ سے پاؤں میں چھالے بن گئے تھے جو بڑھتے چلے گئے ڈاکٹروں نے کہا کہ پاؤں کاٹنا پڑے گا بڑے ابو کا ایک ہی ورد تھا کہ یا اللہ مجھے صحت عطا فرما اور مجھے پورے اعضاء کے ساتھ قبر میں اُتارنا۔ تکلیف بڑھتی چلی گئی آپ پر اللہ پاک نے اگلا جہاں کھول دیا تھا آنکھیں بند ہوتی اور عالم مدہوشی میں بار بار فرماتے گیٹ پر مولانا الیاسؒ آئے ہیں۔ اِن کو بٹھاؤ کبھی فرماتے حضرت جی کو اندر لے آؤ۔ ایک بار چارپائی سے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگے ہم نے روکا کے آرام فرمائیں تو کہنے لگے وہ دیکھو حضرت ابوبکر صدیقؓ شریف لائے ہیں۔ اِن کو بٹھاؤ۔ آخری دنوں میں لیٹے لیٹے نماز کی نیت باندھ لیتے اور شعور کے کام نہ کرنے کی وجہ سے بعض اوقات (50) پچاس رکعت نماز پڑھتے رہتے۔ یا پھر بچوں کو قرآن پڑھاتے رہتے کبھی تلفظ ٹھیک کرواتے کبھی کلمے یاد کرواتے۔ اسی طرح تکلیف بڑھتی چلی گئی۔ کافی عرصہ تقریباً (2) دو ماہ سے چلنے سے قاصر تھے پاؤں کا زخم بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اپنی زندگی کا آخری جمعہ مؤرخہ 18 فروری 15 ربیع الاول کو صبح دس بجے آنکھیں کھولیں اور فرمایا مجھے غسل کرواؤ۔ میرے پاپا اور میرے کزن نے غُسل کروایا بڑے ابو نے غُسل کے بعد نئے کپڑے پہنے پھر کرسی پر بڑی مشکل سے بیٹھ کر سنتیں اور نوافل ادا کیے۔ پھر خوشبو لگائی، واسکٹ پہنی، پھر فرمانے لگے آج جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھنی ہے۔ ہم سب حیران ہو گئے کہ اتنی تکلیف میں کیسے لے کر جائیں گے۔ مگر اپنی ضد پر قائم رہے اور ان کی

طلب کو دیکھتے ہوئے میرے پاپا 5 آدمیوں کی مدد سے گاڑی میں بٹھا کر مسجد لے گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کا آخری جمعہ مسجد میں جا کر پڑھا بقول میرے پاپا کے نمازیوں میں بڑی خوشی کی لہر دوڑ گئی تمام نمازیوں نے قطار در قطار مصافحہ کیا اس کے بعد ایک فوتگی والے گھر جا کر گاڑی میں ہی تعزیت کی۔ طبیعت زیادہ خراب ہوگئی مگر گھر آنے کی بجائے فرمانے لگے کہ کسی جماعت کی نصرت کرنی ہے۔ سب لوگ حیران ہوگئے۔

بالآخر 30 چک میں کسی جماعت کی نصرت کے لیے تشریف لے گئے وہاں سے 71 چک ایک اور جماعت کی نصرت کے لیے تشریف لے گئے اور گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی جماعتوں کی نصرت فرمائی۔ شام کو طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ 6 آدمیوں نے گاڑی سے نکال کر گھر بیڈ پر لٹایا تو میرے تایا ابو نے کہا کہ ابو ساری عمر یہی کام کیا ہے اب تو آرام کرتے دیکھیں آپ کی طبیعت بہت خراب ہے تو فرمانے لگے کہ بیٹا حضرت جی فرمایا کرتے تھے تبلیغ کا کام کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے۔ اپنی وفات سے چند دن قبل فرمایا کہ بیٹا میں نے یہاں زندگی کے 70 سال ایسے گزارے ہیں کہ میری طرف سے کسی چڑیا کے بچے کا دل بھی دُکھی نہ ہو اور میں نے کیسے زندگی گزاری ہے اس کا فیصلہ میرا جنازہ کرے گا اور پھر اہل سرگودھا نے اور سرگودھا کی زمین و آسمان نے وہ غمناک منظر دیکھا کہ جمعرات 24 فروری کو صبح سے ہی قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی۔ ”**ویحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف باالعباد**“

اور 8 بجے صبح پوچھا عصر کا وقت ہوگیا ہے میں نے کہا کہ نہیں بڑے ابو ابھی تو 8 بجے ہیں، پھر 10 بجے دریافت فرمایا، عصر کا وقت ہوگیا ہے میں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا بالآخر تلاوت کرتے رہے دن گزرتا رہا بس پھر کیا تھا کہ:

وہ وقت آ پہنچا جب آسمان علم کا وہ روشن ستارہ جو ایک عرصہ تک زمین کے سینے پر قرآن کے پھول نچھاور کرتا تھا غروب ہوگیا اور عصر کے وقت شام 4:30 بجے اپنے پیارے اللہ کی بارگاہ میں اللہ کے حضور پیش ہوگئے۔ بس پھر کیا تھا ہر طرف کہرام بپا ہوگیا، پورا سرگودھا غمگین ہوگیا سارا

میاں خان روڈ اور ملحقہ مارکٹیں بند ہوگئی لوگ جوق در جوق غم میں ڈوبے ہوئے آہ بکا کرتے ہوئے دیوانہ وار ہمارے گھر کی طرف دوڑے ہمیں مجمع کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ دادا ابو ہزاروں شاگرد آناً فاناً جمع ہوگئے۔ رات سے ہی صبح جنازے کے لیے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ تبلیغی مرکز کے اکابرین بھی تشریف لے آئے باہمی مشاورت سے 25 فروری بروز جمعۃ المبارک صبح دس بجے کا وقت نمازِ جنازہ کے لیے مقرر کیا گیا۔ یہ ایک بڑا روح پرور منظر تھا ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل آپ کے شاگرد عنصر خان اور شیراز خان اور میرے والد نے خود دیا اور غسل میں معاونت کے لیے مولانا شاہد محمود خطیب فاروق اعظم مسجد اور قاری محمد اکرم سراجی نے بھی اس سعادت میں حصہ لیا۔

اس موقع پر گھر کے باہر آپ کے شاگردوں کا ہجوم اکٹھا ہوگیا ہر شخص بضد تھا کہ ہم نے بھی غسل میں حصہ لینا ہے پھر مشاورت کے بعد طے کیا گیا کہ غسل کے بعد میت کو رکھ دیا جائے اور تمام لوگ ایک ایک گلاس جسم مبارک پر بہائیں۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو کہرام برپا ہوگیا۔ اس وقت آپ کی ہزاروں شاگرد بچیاں اور بیٹیاں تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھیں۔ چارپائی کے ساتھ بانس باندھے گئے تھے پھر بھی بہت سا مجمع کاندھا دینے سے محروم رہا۔ ٹریفک ہر سڑک پر جام تھی بے انتہا رش تھا رش ہی کی وجہ سے نماز جنازہ 1:30 گھنٹہ تاخیر سے ادا کی گئی۔ اہل سرگودھا کے مطابق یہ سرگودھا کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ روزنامہ اسلام اور میڈیا کے مطابق جنازہ میں 60 ہزار افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کی امامت کی سعادت حضرت مولانا مفتی طیب سلیم نے حاصل کی۔

آج موسم بڑا خوشگوار تھا آسمان نے بھی اس موقع پر اپنا حصہ خوب ڈالا اور خوب آنسو برسائے۔ میں آج بہت دکھی ہوں اور بہت غمگین ہوں مگر الحمدللہ اس بات پر دل مطمئن ہے میرے بڑے ابو کا دنیا سے سفر رخصت بہت شاندار تھا، مسجد کی چٹائی پر گمنامی کی زندگی گزارنے والا فقیر شخص کس شاہانہ طریقہ سے رخصت ہوا یہ سب قرآن پاک کی خدمت کا اعجاز تھا۔ الحمدللہ اللہ پاک

نے مجھ سمیت میرے تمام کزنز کو خوب خدمت کا موقع دیا ہم نے ان کی بیماری کے ایام میں خوب دعائیں سمیٹیں۔آج ہر چیز بڑے ابو کی دعاؤں سے موجود ہے بس ایک ان کا وجود نہیں ہے۔جس کی کمی ہمیشہ محسوس کرتی رہوں گی۔انہی کی دعاؤں سے الحمدللہ میں آج پنجاب کالج میں F.S.C کی طالبہ ہوں اور اُمید کرتی ہوں دنیا کی اس گھمن گھیریون میں ان کی دعائیں میری اور میری خاندان کی رہنمائی کرتی رہیں گی ان کی زندگی پر کئی کتابیں لکھ سکتی ہوں مگر وقت کی کمی آڑے آجاتی ہے۔

اس موقع پر میں اپنی بہنوں اور بھائیوں سے درد دل کے ساتھ ایک گزارش کرنا چاہوں گی کہ خدا کے لیے جس گھر میں بڑے بزرگ موجود ہوں وہ ان کی خدمت آج کرلیں یہ موقع کل نہیں ملے گا۔ان کے وجود کو غنیمت سمجھیں آسمان سے اُترنے والے بہت سے مصائب ان بزرگوں کی وجہ سے رکے رہتے ہیں۔ان کی دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بڑی قبول ہوتی ہیں جو لوگ اپنے بزرگوں کی خدمت نہیں کرتے ،اللہ پاک ان کو جانوروں کی خدمت پر لگا دیتے ہیں اور بڑے بزرگوں کی خدمت میں جو لذت اور اثر ہے خدا کی قسم وہ دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں ہے۔میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت میرے بڑے ابو کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

میرے لیے اور میرے خاندان کے لیے اُمت مسلمہ کے لیے جو دعائیں کرتے تھے ان کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور ان کی دعائیں زندگی کے اندھیروں میں ہمارے لیے روشنی بن کر راہنمائی کرتی رہیں۔آج میرے گھر میں سب کچھ ہے ایک پیار کرنے والی شخصیت اور مبارک وجود نہیں ہے جس کی کمی پورے خاندان کو ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اِس شہر میں سب کچھ ہے فقط اِک تیری کمی ہے

آہ!!! قاری محمد حنیف.....نور اللہ مرقدہ

نمرہ ابوذر، پنجاب گرلز کالج سرگودھا

اک فقیہہ عصر دوراں ہم سے رخصت ہوگئے
نیک سیرت نیک انسان ہم سے رخصت ہوگئے
وہ عارضہ قلب کے مرض میں تھے مبتلا
موت کا یہ لے کے ساماں ہم سے رخصت ہوگئے
دیں کی خدمت کے لیے یوں زندگی مخصوص کی
دیتے درس قرآں ہم سے رخصت ہوگئے
غیر شرع کام کوئی زندگی میں نہ کیا
لے کے اپنا صاف داماں ہم سے رخصت ہوگئے
اپنے سفر آخرت اور عاقبت کے واسطے
کر کے رستے سارے آسان ہم سے رخصت ہوگئے
موت تو برحق ہے آنا ہے اسے ہر حال میں
موت بھی ہوگی پریشاں ہم سے رخصت ہوگئے
سر بلند رکھا ہمیشہ عظمت اسلام کو
کفر کے تھے دشمن جاں ہم سے رخصت ہوگئے
اک شفیق و خالق و چھوٹے ابو ذر کو نہیں
دے کے سب کو داغ ہجراں ہم سے رخصت ہوگئے
ایک ہجوم بیکراں تھا ان کی میت پر ریاض
کر کے قبلہ سب کو حیراں ہم سے رخصت ہوگئے

غم کے آنسو

محمد نصر اللہ ناصری

اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گذارا نہیں
بات پھولوں کی ہوتی تو سہہ لیتے ہم
اب تو کانٹوں پہ حق بھی ہمارا نہیں
تم ابھی آئے ہو اور چلے جاؤ گے
کیسے اپنی طبیعت گوارا کرے
عمر بھر کا سہارا بنو تو بنو
چار دن کا سہارا ، سہارا نہیں
جانے کس کی لگن کس کی دھن میں مگن
جا رہے ہو کہ مڑ کر بھی دیکھا نہیں
ہم نے آواز پر تم کو آواز دی
پھر بھی کہتے ہو ہم کو پکارا نہیں
جب بھی اہل چمن کو ضرورت پڑی
خون ہم نے دیا گردنیں پیش کیں
پھر بھی کہتے ہیں ہم سے یہ اہل چمن
یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں
ہاتھ میری تباہی میں ان ہی کا تھا
جن کو اپنا سمجھتا رہا آج تک

غیر تو غیر ہیں غیر سے کیا گلہ
میرا غیروں کی جانب اشارہ نہیں
دیکھتے دیکھتے عظمتیں مٹ گئیں
عزتیں لٹ گئی عصمتیں بک گئیں
ایسے جینے سے بہتر ہے مر جائیں ہم
ایسا جینا تو ہم کو گوارا نہیں
ظلمت شب نے گھیرا ہوا ہے ہمیں
کچھ سجھائی نہیں دے رہا کیا کریں
مہر و ماہ تو بڑی چیز ہے دوستو
روشنی کے لیے اک ستارا نہیں
ظالمو اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہو
دور بدلا گئی وقت کی بات ہے
وہ یقیناً سنے گا صدائیں میری
کیا تمہارا خدا ہے ہمارا نہیں
اے میرے ہم نشیں چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گزارا نہیں
جوش میں دریا تھا الاماں الاماں
اونچا ساحل سے طوفان کا دھارا گیا
اس کو کہتے ہیں قسمت کی ناکامیاں
پہلے کشتی گئی پھر کنارا گیا

گھریلو جھگڑے کیسے ختم ہوں؟؟؟

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

حسن انتظام اور سلیقہ شعاری سے کام لیں:

عورت کو چاہئے کہ وہ حسن انتظام کے ذریعے اپنے گھر کو پروقار بنادے۔ جتنی عورت عقل مند ہوگی اتنی ہی وہ اپنے گھر کے اندر ہر چیز ترتیب سے رکھے گی بے ترتیب چیزیں پھیلا دینا، گھر کو گندا رکھنا، بچوں کو گندا رکھنا، خود بھی گندی بنے رہنا اس چیز کا گھر برباد کرنے میں ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ گھر کی صفائی کے لیے کوئی قیمت بھی خرچ نہیں کرنی پڑتی، ہاں وقت نکال لیں گھر کو بھی صاف رکھیں، اپنے آپ کو بھی صاف رکھیں، اپنے بچوں کو بھی صاف ستھرا رکھیں صفائی آدھا ایمان ہے۔ **الطھور شطر الایمان.**

جب شریعت کہہ رہی ہے کہ صفائی آدھا ایمان ہے تو ہمیں بھی صفائی سے محبت ہونی چاہیے، دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں جو کہے کہ مجھے صاف ستھرا گھر اچھا نہیں لگتا، مجھے صاف ستھرا بچہ اچھا نہیں لگتا، یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ صاف ستھرا ماحول، صاف ستھرے رہنے کے لیے کوئی بہت قیمتی لباس کی بھی ضرورت نہیں، ایک عام قیمت کا لباس بھی اگر عورت پہنے لیکن صاف ستھرا ہو اور اس کی بناوٹ اگر پرکشش ہو تو وہ خاوند کے دل کو اپنی طرف متوجہ کرسکتا ہے۔ اس کو حسن انتظام کہتے ہیں، تو اپنے حسن انتظام سے اپنے گھر کے ماحول کو پروقار بنائیں اور کفایت شعاری دکھائیں۔

اگر حسن انتظام نہیں ہوگا، بتیاں جلتی رہیں گی تو بل زیادہ آئے گا، اگر ٹوٹیوں سے پانی بہتا رہے گا تو پانی کا بل زیادہ آئے گا، اگر کھانا وقت پر فریج میں نہیں رکھا جائے گا، تو کھانا خراب ہو جائے گا اور اگر برتنوں کو صحیح ترتیب سے نہیں رکھا جائے گا تو وہ ٹوٹیں گے اور خراب ہو جائیں گے، تو بدنظمی سے بے برکتی ہوتی ہے کام الجھتے ہیں، وقت ضائع ہوتا ہے، چیزیں خراب ہو جاتی

ہیں، نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے، ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا وقت پر صاف کر دینا یہ اچھی عادت ہوتی ہے تو عورت اس کو اپنی ذمہ داری سمجھے۔

خاوند کے ساتھ ضد بازی نہ کریں:

یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ تابع فرمان عورتیں بالآخر اپنے خاوند کو اپنا تابع دار بنا لیتی ہیں۔ وہ عورتیں جو خاوند کی مرضی کو پورا کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خاوند کے دل میں ان کے لیے اتنی محبت ہوتی ہے کہ پھر خاوند ان کی ہر مرضی کو پورا کر دکھاتا ہے فرمانبرداری، خدمت گزاری وہ اچھی صفات ہیں کہ جن کی وجہ سے عورت اپنے خاوند کے دل کی ملکہ بن سکتی ہے اس میں جو رکاوٹ بنتی ہے وہ انانیت ہے، ضد بازی ہے، ساری دنیا سے ضد کر لو، اتنا نقصان نہیں پہنچے گا جتنا خاوند کے ساتھ ضد بازی کا نقصان ہوتا ہے، اور کئی بچیاں تو خاوند ہی کے ساتھ ضد کرتی ہیں، باقی سارے لوگوں کے ساتھ نارمل رہتی ہیں خاوند کے ساتھ ضد بازی بنا لیتی ہیں تو خاوند کے ساتھ ضد کر کے دنگل کا اعلان مت کریں۔ انجام ہمیشہ اس کا برا ہی ہوتا ہے عاجزی اللہ رب العزت کو بھی پسند ہے اور عاجزی انسان کے مسائل کا حل بھی ہے۔ کوئی کام وقت پر نہ کر سکی کوتاہی رہ گئی، کمی رہ گئی Sorry کر لینے میں کیا رکاوٹ ہے؟ معافی مانگ لینے میں کیا رکاوٹ ہے؟ آگے سے ضد کر لینا، انا کا مسئلہ بنا لینا، جھگڑا کر بیٹھنا، بحث کر بیٹھنا یہ چیز پھر انسان کے لیے پریشانیوں کا سبب بنتی ہے۔

غصے میں آئے خاوند کو دلیل مت دیں:

کبھی بھی غصے میں آئے ہوئے خاوند کے سامنے Logic (دلیل) مت دیں کبھی بھی غصے میں آئے ہوئے خاوند کو طعنہ مت دیں، یہ تو آگ کے اوپر تیل ڈالنے والی بات ہے بلکہ پٹرول ڈالنے والی بات ہے۔ شیطان مردود یہی تو چاہتا ہے کہ خاوند غصہ میں پہلے ہی ہے، یہ اس کو اور غصہ دلائے اور خاوند زبان سے طلاق کا لفظ نکالے۔ تو یہ ذہن میں رکھیں کہ جب بالفرض بلاوجہ ہی خاوند ناراض ہو گیا تو غصہ کی حالت میں کبھی اس کے سامنے Logic نہیں دینی، خاموشی

اختیار کرنی ہے، اگر بولنا ہے تو نرم بول بولنا ہے، دیکھنا ہے تو محبت سے دیکھنا ہے، ایسا کہ دوسرے بندے کا غصہ ہی بالکل ختم ہو جائے۔

پرکشش لباس پہنیں:

لباس پہنو تو پرکشش پہنو! پرکشش کا یہ مطلب نہیں کہ آدھا جسم ننگا ہو اور آدھا جسم ڈھانپا ہو، شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے عورت ایسا لباس پہنے کہ اسے کے جسم کے اوپر پر کشش لگے، بے ڈھنگا لباس پہننا ایسا کہ لباس کہ جس کو دیکھ بندہ ذرا بھی متوجہ نہ ہو، یہ بھی اچھی عادت نہیں، بعض نیک بیبیاں سادگی کے نام پر اپنے کپڑوں کی طرف سے بالکل ہی بے دھیان بن جاتی ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ خاوند جب بھی بیوی کی طرف دیکھتا ہے وہ اسے پرکشش دیکھنا چاہتا ہے اور جب اس کی بیوی پرکشش نہیں ہوتی تو صاف ظاہر ہے کہ اسے باہر بہت زیادہ پرکشش چیزیں نظر آجاتی ہیں، جو گندگی اسے باہر متوجہ کر سکتی ہے کیا وہ اچھائی بن کر اسے گھر میں متوجہ نہیں کر سکتی؟ تو لباس ایسا بنائیں کہ ہمیشہ پرکشش ہو، رسم ورواج کو سامنے نہ رکھیں بلکہ اس کو سامنے رکھیں کہ یہ لباس میرے جسم کو پرکشش دکھائے میرے جسم پر پہنا ہوا خاوند کو پسند آجائے۔

خاوند سے مخلص اور نیک نیت بنیں:

یہ اور بات ہے کہ کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کپڑے پہننے سے ان کے حسن میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جو کپڑے پہن لیتی ہیں ان کپڑوں کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کے چہروں پر معصومیت ہوتی ہے ان کے چہروں پر تقویٰ کا نور ہوتا ہے، پھر ان کا لباس جب وہ پہن لیتی ہیں تو وہ خود ہی خوبصورت نظر آنے لگ جاتا ہے۔ تو عوت کو چاہیے کہ دل کی معصومیت سے اپنے خاوند کا دل جیت لے یہ دل کی معصومیت ہر خاوند کو اچھی لگتی ہے اور جب خاوند کا دل یہ سمجھتا ہے کہ نا یہ کہ میری بیوی دل سے بہت معصوم ہے، انتہاء درجے کی مخلص ہے، تو اس بیوی کو وہ ہمیشہ اپنی آنکھ کی پتلی بنا کے رکھتا ہے، جھوٹی عورت، کینہ پرور عورت، دھوکہ دینے والی، خاوند کو

Miss Guids (گمراہ) کرنے والی عورت ہمیشہ اپنا گھر برباد کروا بیٹھتی ہے۔

خاوند کے ساتھ کبھی جھوٹ کا معاملہ نہ برتیں، جس بندے کے ساتھ کبھی ایک دو گھنٹے کے لیے ملاقات ہے اس کے سامنے تو جھوٹ چل جاتا ہے اور جس کے ساتھ چوبیس گھنٹے کا واسطہ ہو اس کے ساتھ جھوٹ نہیں چلتا۔ ایک نہیں تو دو، دو نہیں تو تین دن بعد کبھی نہ کبھی جھوٹ کھل ہی جاتا ہے اور جب خاوند کو یہ احساس ہو جائے کہ بیوی میرے سامنے جھوٹ بولتی ہے تو پھر بیوی کا مقام خاوند کی نظر میں گر جاتا ہے اس لیے جھوٹ بولنا، خاوند کے بارے دل میں نفرت اور کینہ رکھنا، یہ عورت کی غلطیوں میں سے ایک بڑی غلطی ہوتی ہے بلکہ جتنی نیک نیت آپ ہوں گی اس کا اثر آپ کے خاوند کے دل پر پڑے گا۔

ہماری منفرد طبی تحقیقات
جس سے ماڈرن میڈیکل سائنس یورپ امریکہ روس اور چین تاحال بے خبر ہیں
نسخہ تحفہ بدن
جسمانی کمزوری کا جواہرات میں تلنے والا تجربہ شدہ علاج
اس سے مریل، سوکھے سڑے بدن شگفتہ و تروتازہ دھنسے
ہوئے زرد چہرے سیب کی طرف گول و پر بہار ہو جاتے ہیں
دھلی دواخانہ قائم شدہ 1980ء
24 گھنٹے ہیلپ لائن
میڈیسن منگوانے کے لیے
دھلی دواخانہ 0333-7494839

اس ماہ کا سبق

اکل حلال

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

حلال روزی کا دھیان رکھنا بہت ہی زیادہ ضروری بات ہے کیونکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے بڑھا ہوگا، پھر فرمایا کہ جو گوشت حرام سے بڑھا ہو دوزخ ہی اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

حرام کھانے کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے سفر میں ہو، برا حال ہونے کی وجہ سے اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور بدن پر غبار لگا ہوا ہو اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہو اور اس کا کھانا حرام ہو اور اس کا لباس حرام ہو اور اس کو غذا حرام ملی ہو تو ان سب چیزوں کی وجہ سے اس کی دعا کیسے قبول ہو۔

جب تک آدمی سفر میں رہتا ہے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے لیکن مسافر بدحال کی دعا اس لیے قبول نہ ہوگی کہ اس کا کھانا پینا اور ہنسنا حرام ہوگا آج بہت رو رو کر دعائیں کی جاتی ہیں مگر قبول نہیں ہوتیں اور کیونکر قبول ہوں جب کہ حرام سے بچنے کا خیال ہی نہیں رہا۔

نماز قبول نہ ہونا:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا ہے تقریباً دو روپے آٹھ آنے ہوتے ہیں اور ان میں ایک درہم (یعنی چار آنے) حرام کے تھے تو جب تک وہ کپڑا اس سے بدن پر رہے گا اللہ اس کی نماز قبول نہ فرمائیں گے۔ غور کرو، جب کپڑے میں دسواں حصہ حرام کا ہونے سے نماز قبول نہیں ہوتی اور جس کے کپڑے اور خوراک حرام سے ہو اس

کی نماز کیسے قبول ہوسکتی ہے؟

صدقہ قبول نہ ہونا: حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ کرے گا تو وہ صدقہ قبول نہ ہوگا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو برکت نہ ہوگی اور اس کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا وہ مال اس کے لیے دوزخ کا سامان ہوگا۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص نیک کام میں مال خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیشاب سے کپڑا پاک کرے بہت سے لوگ حرام کما کر لاتے ہیں اور نفس کو سمجھانے سے تھوڑا اس میں سے کسی فقیر کو دے کر یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اب سارا مال پاک ہوگیا۔ یہ بالکل غلط ہے اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ صدقہ خود تو قبول ہی نہیں ہوا باقی مال کیسے پاک کرے گا۔

لہذا تم حلال مال کا دھیان کرو تمہارے گھر میں اگر باپ یا بھائی یا شوہر حرام کما کر لائیں جیسے رشوت کا مال لاویں، یا سود لیتے ہوں یا سینما میں یا شراب کے محکمہ میں یا انشورنس کمپنی کے ملازم ہوں، یا انہوں نے مکان دوکان کی سلامی (پگڑی) لی ہو، یا اور کسی گناہ کے ذریعہ سے روپیہ کمایا ہو تو اس میں سے کھاؤ نہ پہنو اور ان سے کہ حلال کما کر لاؤ، حرام کو چھوڑ دو، ہم کو فاقہ سے مرنا اور موٹا اور پرانا کپڑا اور سوت کا لباس پہننا اور زیور سے ہاتھ کان وغیرہ خالی رکھنا منظور ہے، مگر حرام کھا کر اور پہن کر اور استعمال کر کے دوزخ میں جانا منظور نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل حلال ملتا ہی نہیں پھر حرام سے کیسے بچیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جو بندے سے حلال کمانا چاہتے ہیں ان کو حلال ہی ملتا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حلال تھوڑا ہوتا ہے اور اس میں مزے اڑانے اور فضول خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی وہ آدمی بڑے مبارک ہیں جو دوزخ سے بچنے کے لیے دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور تھوڑے پر صبر کرتے ہیں۔

تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''کسب حلال وادائے حقوق'' کا مطالعہ کرو۔

بارہویں قسط

ظہیر الدین محمد بابر

امان اللہ کاظم، لیہ

جنونی سمرقندیوں کے جوش وخروش کو گھوڑوں کی وبا، پل کی شکستگی، دلدلی مصیبت اور دریائی تہ کی کیچڑ نے نگل لیا تھا اور دوسری طرف سلطان احمد مرزا اپنی اس ناگہانی تباہی کو ارواح خبیثہ سے منسوب کر رہا تھا۔ جو بھی وجہ ہو بہر حال سمرقندیوں کو منہ کی کھانا پڑی تھی اور وہ شکست خوردگی کے احساس جاں گسل میں غلطاں و پیچاں بے نیل ومرام واپس سمرقند لوٹ گئے تھے۔

ادھر اس معرکے میں حسن یعقوب اور سلاخ نے بڑی جانفروشی دکھائی تھی۔ بہر حال! کسی بھی طرح فرغانہ کے نوعمر بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے سر سے یہ ناگہانی بلا ٹل گئی تھی اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا شاداں وفرحاں اندر جان میں داخل ہوا۔

اس غیر متوقع اور بلائے ناگہانی کے ٹل جانے کی خوشی میں اہل وادی فرغانہ نے اندر حال میں ایک بہت بڑے جشن کا اہتمام کر ڈالا۔ بابر نے اپنے سرداروں اور فوجیوں کو ان کے حسب مراتب انعام واکرام سے اس قدر نوازا کہ وہ زیر بار احسان ہو گئے اور بابر کی داد ودہش کے گیت گانے لگے، بابر نے خاص طور پر حسن یعقوب سلاخ اور شیرم طغائی کو اپنی عنایتوں سے لاد دیا اس نے بے پناہ جانثاری اور جرات وبہادری کے عوض حسن یعقوب کو وزارت عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر بھی فائز کر دیا۔ حسن یعقوب کو منصب حکومت کے علاوہ جو زر نقد بخشا گیا وہ دوسروں کے لیے بجا طور پر رشک وحسد کے سبب بن گیا۔

حسن یعقوب پر بابر کی اس غیر ضروری داد ودہش کو نانی اماں ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بابر کے قریب جا کر اپنی ناپسندگی کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اس صغر سنی میں اتنے بڑے بڑے فیصلے کرنے لگا ہے تو نے ایک بار بھی اپنی نانی اماں

سے پلٹ کر مشورہ کرنا ہی گوارا نہیں کیا جسے تو نے وزارت عظمیٰ جیسا منصب جلیلہ عطا کیا ہے وہ تیرے تمام امراء مصاحبین اور سرداروں میں سب سے زیادہ نا قابل اعتماد ہے یہ شخص ایک ایسا خطرناک افعی ہے جو اپنے محسنوں کو پوری طرح اعتماد میں لے کر ڈس لیتا ہے۔

بابر نے پوری دلجمعی سے نانی اماں کی کسیلی کٹیلی باتیں سنیں اور انہیں درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے اپنے دل ہی دل میں کہنے گا: ''نانی اماں بھی بڑی بادشاہ ہیں۔ جس کسی سے متعلق ان کے دل میں پھانس اٹک جاتی ہے تو پھر وہ نکالے نہیں نکلتی خدا جانے بے چارے حسن یعقوب کی کون سی بات اسے بری لگی ہے کہ اس کی وفاداری بھی اس کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔ مجھے نانی اماں کے دل میں اٹکی ہوئی یہ پھانس نکالنا ہوگی مجھے کسی بھی طرح اس کے دل و دماغ سے حسن یعقوب کے خلاف بھرے ہوئے زہر کا اثر زائل کرنا ہوگا۔

ادھر شمال میں مغلستان کا خاقان اعظم محمود خان وادی فرغانہ پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہا تھا۔ اس نے فرغانہ میں ادھر ادھر اپنے مخبّر پھیلا رکھے تھے تاکہ وہ اسے وہاں کی تازہ بہ تازہ خبریں بہم پہنچاتے رہیں۔ خاقان اعظم نے بزعم خویش فرغانہ کے سرحدی قلعے آخشی کا محاصرہ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا مگر اس کے مخبروں نے اسے ایک وحشت ناک خبر سنائی جو کچھ اس طرح تھی کہ: سلطان احمد مرزا پر جوش سمرقندیوں کے ٹڈی دل کے ساتھ وادی فرغانہ پر حملہ آور ہوا مگر اسے ایک شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا اس کی فوج کا بیشتر حصہ تباہ و برباد ہوگیا، فوجی گھوڑوں میں ایک مہلک وبا پھوٹ پڑی جس نے آناً فاناً گھوڑوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو نگل لیا اندر جان کے محافظ دریا کا پل ٹوٹنے کی وجہ سے سمرقندیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو نگل لیا۔ اندر جان کے محافظ دریا کا پل ٹوٹنے کی وجہ سے سمرقندیوں کی ایک بہت بڑی تعداد دریا برد ہوگئی اس پر مستزاد یہ کہ دریائی تہ کی دلدلی کیچڑ نے پر جوش سمرقندیوں کو دریا کے دوسرے کنارے تک نہ پہنچنے دیا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دریا کے آس پاس رہنے والی بدروحوں نے بابر کا ساتھ دیا ہے انہوں نے اس کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ انہیں بدروحوں نے سلطان احمد مرزا کو بھی مہلک مرض میں مبتلا

کر دیا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ اس مرض خانقاہ سے عہدہ براء نہ ہو سکے گا۔

مخبروں کی اس وحشت ناک خبر نے خاقان اعظم کو وحشت زدہ کر دیا، اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ اگر اس نے آخشی کا رخ کیا تو عین ممکن ہے کہ سلطان احمد مرزا کی طرح اسے بھی بدروحیں اپنے حصار میں نہ لے لیں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کسی مہلک مرض نے اسے بھی جکڑ لیا ہو انہیں بے بنیاد خیالات کے پیش نظر اس نے آخشی کے قلعے کے محاصرے کا ارادہ ترک دیا۔ جن قدموں سے وہ آخشی کی طرف چل کر آیا تھا، انہی قدموں مغلستان کی طرف لوٹ گیا۔

سرائیکی زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ دریا پر وقت پڑ گیا (یعنی وہ مبتلائے مصیبت ہو گیا) تو پھر کبڑا احجام بھی بہت بڑا تیراک بن گیا۔ اسی ضرب المثل کے مصداق دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی ایک چھوٹی سی ریاست کا شغر کا حکمران ابا بکر دوغلت بھی فرغانہ کے نوعمر حکمران بابر کو کمزور سمجھ کر اس پر حملہ آور ہوا چاہتا تھا۔ ابھی وہ فرغانہ کی سرحد میں داخل نہ ہو پایا تھا کہ اسے سلطان احمد مرزا اور خاقان اعظم کی بابر کے مقابلے میں ناکامی کا علم ہوا تو وہ بدحواس سا ہو گیا اس کے مخبروں نے اسے بتایا کہ:

''ارواح خبیثہ بابر کی حمایت کر رہی ہے جو طاقت بھی اسے نقصان پہنچانے کے لیے اپنی جگہ سے حرکت کرتی ہے وہ اس کے درپے ہو جاتی ہیں اور بالآخر اسے تباہی و بربادی سے ہمکنار کر کے ہی دم لیتی ہیں۔ حملہ آور کے سالار کو مہلک مرض میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتی ہیں دریں اثنا ابا بکر دوغلت کو سلطان احمد مرزا کی ہلاکت کی خبر بھی مل گئی یہ خبر سن کر وہ اور بھی وحشت زدہ ہو گیا اور پھر اس نے کسی تاخیر کے بغیر واپسی کا سفر اختیار کیا، بابر کے تمام دشمن ایک ایک کر کے چھٹ چکے تھے بنا بریں اسے یک گونہ سکون میسر ہو گیا تھا۔

بابر اگرچہ عمر کے لحاظ سے صرف بارہ سالہ لڑکا تھا مگر اس کے اندر مستقبل کا ایک عظیم حکمران چھپا بیٹھا تھا جو اس کی قدم قدم پر رہنمائی کر رہا تھا۔ اس لیے وہ ایک منجھے ہوئے حکمران کی طرح اپنے فیصلے آپ کر رہا تھا نانی اماں کی نصیحتیں اب اسے بہت کھلنے لگیں تھیں وہ اپنی عادات

سے مجبور ہو کر اسے اپنی بے سروپا نصیحتوں کا گھوٹا ہلاتی رہتی تھی اگر چہ بابر اپنے تئیں یہ سمجھنے لگا تھا کہ اب وہ بچہ نہیں رہا تھا مگر نانی اماں کے لیے تو وہ ابھی تک ننھا سا بابر تھا جو چند سال پہلے تک ہمہ وقت اس کی گود میں منہ چھپائے رہتا تھا جس کے کانوں میں وہ اپنی مرضی کے مطابق نصیحتوں کا رس گھولتی رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ حسب عادت بابر کے پہلو میں براجمان تھی اور اس کے سامنے اپنی نصیحتوں کے انبار لگائے جا رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ۔

اب تجھے اپنے دشمنوں کی طرف سے سکون میسر آ چکا ہے بنابرایں اب تجھے اپنی تمام تر توجہ امور سلطنت کی انجام دہی پر مرکوز کرنی چاہیے سب سے پہلے تجھے اپنے بھائیوں کی خوشنودی حاصل کرنا ہے کیونکہ یہی بھائی بغل کے تیر ثابت ہوتے ہیں اور کسی وقت بھی چل سکتے ہیں اور تیر سینہ چھلنی کر سکتے ہیں ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ کچھ علاقے بطور جاگیر انہیں بخش دو تا کہ ان کی ریشہ دوانیاں تیرے امور سلطنت کی انجام دہی میں مزاحم نہ ہوں۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ فارغ ذہن شیطان کی آماجگاہ ہوتے ہیں اور یہ بات سچ بھی ہے اور اسی کہاوت کے پیش نظر ان لوگوں کو کام پر لگا دو۔

بابر؛ نانی اماں کی نصیحت سے بہت پہلے اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ کچھ علاقوں کا نظم ونسق اپنے بھائیوں کے سپرد کر دے گا نانی اماں کی نصیحت نے بابر کے اس فیصلے پر مہمیز کا کام کیا اس نے آخشی کا نظم ونسق اپنے دس سالہ بھائی جہانگیر مرزا کے سپرد کر دیا۔ اندر جان کا انتظام و انصرام حسن یعقوب کو سونپ دیا جب کہ اپنے تئیں سمرقند کی تسخیر کے منصوبے بنانے لگا۔

بابر خود کو اپنے بڑے دادا امیر تیمور کا جائز وارث سمجھتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے دادا کی طرح ایک عالم کو زیر نگیں کرے اس کام کی ابتداء وہ سمرقند سے کرنا چاہتا تھا۔

وہ بزعم خویش سمجھ رہا تھا کہ اہل سمرقند اس کے سامنے تاب مقاومت نہیں رکھتے اس لیے اسے اپنے اس نیک کام کی ابتداء سمرقند پر یلغار سے کرنا چاہیے مگر اس نے اپنا یہ ارادہ کسی پر ظاہر نہ کیا کیونکہ وہ نہایت خاموشی سے سمرقندیوں کو دبوچنا چاہتا تھا وہ خوب جانتا تھا کہ اس کے

درباریوں میں کتنے لوگ ہوں گے جو اس کے ارادے کو طشت از بام کر دیں گے وہ محلاتی ریشہ دوانیوں کا خوب ادراک رکھتا تھا اس لیے وہ آخری حد تک اپنے منصوبے کو راز میں رکھنا چاہتا تھا۔

سمرقند کا حکمران اس کا سگا چچا سلطان احمد مرزا تھا جس نے اس کے باپ کو کبھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیا تھا اس کی نظر ہر وقت وادی فرغانہ کی تسخیر پر جمی رہتی تھی اس نے فرغانہ کی تسخیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مغلستان کے خاقان اعظم کو بھی شریک سازش کر لیا تھا۔ فرغانہ پر متعدد بار حملوں کے باوجود وہ اپنے مقصد دیرینہ میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ قدرت نے ہر بار اس کے والد کی دستگیری کی تھی اور ہر بار دونوں دشمنوں کی بہر طور منہ کی کھانا پڑی تھی۔ عمر شیخ مرزا کے انتقال پر ملال کے فوراً بعد سلطان احمد مرزا کوئی دقیقہ فروگزاشت کیے بغیر وادی جنت نظیر پر چڑھ دوڑا تھا۔

وہ بزعم خویش سمجھتا تھا کہ فرغانہ کا بارہ سالہ سلطان اس کی طاقت کے سامنے ایک مکھی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا مگر قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا بابر کو صفحہ ہستی سے مٹانے والا خود عالم بالا تک جا پہنچا اپنی فوج کی تباہی و بربادی کے بعد اسے زندہ سلامت سمرقند تک پہنچنا بھی نصیب نہ ہوا یعنی دوران سفر واپسی اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی راہی ملک عدم ہوا سمرقندیوں پر آخری ضرب لگانے کے لیے بابر کو قدرت نے ایک سنہری موقع فراہم کر دیا تھا جسے وہ کسی طور پر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

(جاری ہے)

چغل خور

احمد بن ابی دواد خلیفہ واثق باللہ سے ملنے کے لیے گئے، خلیفہ نے ان سے کہا کہ میرے پاس ابھی محمد بن عبدالملک الزیات بیٹھا ہوا تھا اس نے تمہارا تذکرہ بہت ہی برائی کے ساتھ کیا ہے ابن ابی داؤد نے کہا اے امیر المومنین میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس شخص کو اس امر کا محتاج بنایا کہ وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے اور مجھے اس خصلت سے متنفر بنایا۔ انتخاب: محمد ارسلان رانا

مظلوم مرد کی داستان

فوزیہ چوہدری

سنا تھا کہ مرد کی بادشاہت شادی سے پہلے ہی ہوتی ہے شادی کے بعد مرد ملازم بن جاتا ہے آپ نے مظلوم عورتوں کی کہانیاں ضرور سنی ہوں گی مگر مظلوم مرد کی داستان سے کا پہلی بار اتفاق ہوا ہوگا۔ آیئے مظلوم کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

''ہائے! میرے ہاتھ تھک گئے اب بس بھی کرو نا خدا کا واسطہ اب کل دباؤں گا، یہ وہ الفاظ ہیں جو میں اپنی بیوی کے سر کی مالش کرتے کرتے تھک ہار کر کہتا ہوں۔''

مگر وہ نیک بخت جوتوں سے پیٹنا شروع کر دیتی ہے چار و نا چار پھر مالش شروع کر دیتا ہوں جب بھی میں صبح اٹھتا ہوں تو میرے ہاتھ سن ہوتے ہیں بازوؤں میں تھکان ہوتی ہے لاکھ پیٹتا ہوں کہ کوئی میرے ہاتھ کی مالش کر دے مگر الٹا جوتے برس پڑتے ہیں دل گردے سے کام لیتے ہوئے بچوں کو سکول کے لیے تیار کرتا ہوں ابھی انہیں تیار ہی کر رہا ہوتا ہوں کہ کمرے سے بیگم صاحبہ کی آواز آتی ہے ''ارے نامراد! جلدی کر ناشتہ تیرا ابا تیار کرے گا۔'' پھر جوتے پڑنے کے ڈر سے بھاگم بھاگ کچن کی طرف جاتا ہوں جو میرے روز کا معمول ہے اکثر آفس جاتے وقت دیر ہو جاتی ہے وہاں آفیسر کی بکواس سنتا ہوں، دن کو بارہ بجے گھر فون کر کے لنچ مانگتا ہوں تو آواز آتی ہے رات کے ٹینڈے ہیں، بھیج دوں گی اور دماغ میں بٹھا لو کہ واپسی پر مرغی بھی لانی ہے۔'' پھر سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں کیونکہ ایک دن کی بات نہیں روزانہ میری بیوی رات کا سالن بھیج دیتی ہے اور اگر مجھ سے مرغی لانے میں بھول ہو جائے تو ڈنڈوں اور جوتوں کی برسات میں گھر سے باہر نکالا جاتا ہوں جب گھر سے لنچ آتا ہے تو بھوکوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتا ہوں۔

آفس سے واپسی پر گاڑی میں بھی نہیں جا سکتا کیونکہ بازار سے مرغی خریدنی ہوتی ہے مرغی لے کر گھر میں حاضر ہوتا ہوں کپڑے بدلنے سے پہلے ہی حکم ہوتا ہے کہ مرغی دھو کر چٹ پٹی

تیار کر دینا اور ہاں نمک زیادہ نہ ڈالنا پھر مظلوم ہاتھوں سے مرغی تیار کرتا ہوں دماغ اس قدر ماؤف ہوتا ہے کہ اکثر روٹی پکانا بھول جاتا ہوں۔ دستر خوان لگا کر جب سالن رکھتا ہوں تو بچوں کے سامنے جوتوں کی بارش ہو جاتی ہے خیر جوتے تو مجھ پر اثر نہیں کرتے مگر جو بکواس سنتا ہوں وہ دنیا کا گھٹیا ترین شخص بھی نہیں سنتا ہو گا بچوں کے سامنے میری ذرا بھی قدر نہیں ہے انہیں کسی کام سے روک یا کسی کام کا کہہ بھی نہیں سکتا، بچوں پر کیا گلہ؟؟؟

ایک بار اپنی بیٹی سے پانی مانگا تو بیگم صاحبہ برس پڑیں: ''تیرے پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں، لنگڑا ہے توں، خود جا کر لا!'' وہ دن اور آج کا دن اب تک میں نے کسی سے کچھ نہیں مانگا جو کچھ کہا جائے اس کی تعمیل کر لیتا ہوں۔

کبھی کبھی تو اتنا مجبور ہوتا ہوں کہ آنکھوں سے آنسو آ جاتے ہیں بچوں کے سامنے مارے شرم کے وہ بھی جذب کر لیتا ہوں جانے کیا خطا ہو گئی ہے جس کا انتقام مجھ سے دنیا میں ہی لیا جا رہا ہے میرے لیے زندگی جہنم سے کم نہیں ہے اب میں ذہنی مریض بن چکا ہوں یقیناً میں دنیا کا مظلوم ترین انسان ہوں جس کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا۔ بیگم صاحبہ کے جوتے کھانے میں اب کوئی قباحت نہیں لگتی مگر جب اپنے سفید بال دیکھتا ہوں تو مارے شرم کے عجیب سی کیفیت ہو جاتی ہے، ایسی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے کبھی کبھی تو دوست بھی جورو کا غلام کہہ کر چھیڑتے ہیں مگر کیا کروں ایک آفت میرے سر پڑ گئی ہے اب پچھتانے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہوں؟؟ جو غلطی مجھ سے ہوئی ہے اس کی تلافی کسی صورت بھی ممکن نہیں کیونکہ اب میں سات بچوں کا باپ ہوں۔

میری زندگی سے کئی سبق مجھے ملے ہیں مگر سب سے اہم یہ کہ سلجھی ہوئی لڑکی سے شادی کریں ورنہ میری بیوی کی طرح عورتیں وبال سر کے ساتھ ساتھ وبال جان بھی بن جاتی ہیں سچ بتاؤں تو گھر کی دہلیز پر قدم رکھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ دوزخ میں خود کو دھکیل رہا ہوں واقعی بچوں کے نزدیک بھی میں قابل رحم ہوں میرے جینے کا کوئی مقصد ہے نہ کوئی فائدہ مگر کبھی کبھار سوچتا ہوں کہ شاید میرے گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مجھے مل جائے اور آخرت سکون کا باعث ہو۔

شادی اور جہیز کی گرانی

مولوی ابوسفیان

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے دعویٰ مسلمانی کر کے اصول اسلام کا لحاظ نہیں رکھا۔ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہم پر جو ذمہ داریاں لاگو ہوتی ہیں ان کا پاس نہیں کرتے۔ جو شخص بھی حلقہ اسلام میں آیا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی کامیابی کے لیے اسلامی تعلیمات کو مشعل راہ سمجھے مگر ہمارا معاملہ اس سے جدا ہے ہم مذہب کو چند چیزوں تک محدود سمجھتے ہیں کہ مذہب اسلام عملی میدان میں چند چیزوں کا نام ہے ☆ نماز قائم کرنا ☆ رمضان کے روزے رکھنا ☆ استطاعت مطلوبہ عند الشرع کے پائے جانے کے وقت حج ادا کرنا اور نصاب کی صورت میں زکوۃ ادا کرنا اور بس پھر اس میں بھی اپنی مرضی کو دخیل سمجھتے ہیں حالانکہ معاملہ یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے یہ صرف انہی چند چیزوں میں محصور نہیں بلکہ مہد سے لے کر لحد تک اطاعت رسول کا نام اسلام ہے اسلام پر رہتے ہوئے کسی مسلمان کیلیے بھی ذرا برابر بھی زندگی گزارنا مشکل نہیں اس میں جو مشکلات آتی ہیں وہ دراصل اپنی طرف سے اسلام میں داخل کی ہوئی اشیاء کی وجہ سے ہیں پھر ہمارے اضمحلال روحانی کا یہ حال ہے کہ ان چیزوں کو ہمارا بعض طبقہ تو رسم جانتا اور کہتا ہے۔ لیکن پھر بھی عمل کرنے کو لازمی سمجھتا ہے اور بعض طبقہ انکو جزو اسلام سمجھتا ہے اور دین کے ضروری اجزاء سے بھی ان کو اشد ضروری اور زیادہ با حیثیت خیال کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں غلط ہیں کیونکہ شریعت کی جانب سے یہ اشیاء ضروری نہیں ان رسومات میں ایک رسم جہیز میں گرانی ہے جس کی وجہ سے میری بہت سے بہنوں کی جوانی بڑھاپے تک پہنچ گئی اور کئی گھر خوشیوں سے محروم ہو گئے سینکڑوں خاندان غموں کا سامان بن گئے اس رسم بد کا اثر صرف جنس انسانی کی ایک حیثیت یعنی عورت پر نہیں ہوا بلکہ دوسری جہت مرد بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اس وجہ کئی جوان بھی راستہ امن سے ہٹ کر طریق ضلالت و گمراہی پر لگ گئے۔ اے مسلمان! اگر تو اسلام پر عمل پیرا

رہتا اور ان غیر ضروری چیزوں کو درجہ فرض و واجب تک نہ لے جاتا اور جیسے اس امت کے اول طبقہ نے ان خوشیوں کو سرانجام دیا ایسے تو نبھاتا تو آج میری ماں بیٹی کی رخصتی کے وقت پریشان نہ ہوتی اور تیرے گھر ان خوشیوں کے اوقات میں بھی سراپا غم کدہ نہ ہوتا اور تیرے منہ سے یہ برے کلمات نہ نکلتے کہ اسلام پر عمل کرنا مشکل ہے بلکہ تو یوں کہتا کہ رسم و رواج کا پابند ہونا کئی مشکلات کو جنم دیتا ہے آج میری بہنیں اور بیٹیاں اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ثریا تک کیوں نہ پہنچ جائیں مگر ان کا مقام فاطمۃ الزہرا سے نہیں بڑھ سکتا۔ آج میں اپنی ماؤں سے اور خاندان کے سرپرستوں سے یہ التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنی خوشی اور غمی میں اسلام کے ان درخشاں اشخاص کو نمونہ بنائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی رخصتی کس طرح کی؟ کیا جہیز دیا؟ کتنے لاکھ مہر مقرر ہوا؟ آپ اگر چاہتے تو پوری دنیا فاطمۃ الزہرا کی گود میں لا رکھتے، خدمت کے لیے باندیاں دینا چاہتے تو دے سکتے تھے رہائش کے لیے کوٹھی اور پہننے کے اعلیٰ ریشم کھانے پینے کے عمدہ انتظام یہ سب کچھ کر سکتے تھے مگر ایسی سادگی اختیار کر کے امت کو سبق دے دیا کہ شادیوں میں میانہ روی رکھیں۔

یہ بات بھی اپنی جگہ بالکل مسلم ہے کہ معاشرہ میں جب تک خواتین دینی تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہونگی اس وقت تک اولاد کی تربیت ناممکن ہے اور گھریلو زندگی میں بھی راحت کے پھول نہیں کھل سکتے اس لیے خواتین کو دینی اور معاشرتی تعلیم دینا ہماری اولین ترجیح ہے صراط مستقیم برائے خواتین کے نام سے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے الگ سے نصاب ترتیب دیا ہے جس میں طہارت کے مسائل سے لے کر نکاح، طلاق تک اور گھریلو زندگی سے متعلقہ امور کو شریعت محمد یہ ﷺ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ انداز تفہیم بالکل سہل ہے جس سے کم عمر بچیوں سے لے کر سن رسیدہ خواتین تک سب بآسانی استفادہ کر سکتی ہیں۔

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
0332-6311808
0321-6353540

کمزور جسم کو موٹا کریں

جوہر کیلا

قیمت =/1200

پچکے گال، کمزور جسم، دُبلا پن، بھوک کی کمی
چھوٹا قد، جسمانی کمزوری، خرابی معدہ
خون کی کمی، چہرے کی زردی کا مکمل علاج

جوڑوں کے درد کا مکمل علاج

جوہر زیتون

قیمت =/1200

جوڑوں کا درد، کمر درد، عرق النساء، ٹانگ کا
درد، گنٹھیا، موہروں کا درد، سر درد، جوڑوں پر
سوج ورم تمام جسمانی دردوں کا مکمل علاج

چہرے کے دانوں کا مکمل علاج

قیمت =/1200

جوہر انگور

چہرے کو خوبصورت اور جاذب نظر بنائیں
خون سے فاسد مادوں کو ختم کرنے کے ساتھ آئندہ کیلئے
اس کا سدباب ہے۔ داغ دھبے، چھائیاں، کیل، مہاسے
کالی رنگ، جھریوں کو ختم کر کے چہرے کو صاف کریں

دل کی طاقت کا موثر علاج

قیمت =/1200

جوہر سیب

ضعف دل، خفقان، دل کی کمزوری، گھبراہٹ
بڑھی ہوئی حرارت قلب میں مفید ہے۔
جوہر سیب دل کی کمزوری دور کرتا ہے۔

دماغی کمزوری، گرتے بال گنجے پن کا علاج قیمت =/1200

جوہر بادام

نسیان، بھول جانا، دماغی طاقت قوت حافظہ، بال گرنا، گنجا پن
خشکی سکری کا مکمل علاج۔ طالب علم قوت یادداشت، ذہانت
دماغی طاقت حافظے کی کمزوری کیلئے جوہر بادام ضرور استعمال کریں

ہر قسم کی خارش کا مکمل علاج

قیمت =/1200

جوہر فالسہ

خشک وتر خارش، خرابی خون، دھدر،
چنبل، خون کی حدت، جلد کی سوزش
گرمی کے دانے، سکن الرجی کا مکمل علاج

امراض معدہ کا مکمل علاج

قیمت =/1200

جوہر انار

نظام انہضام انسانی جسم کا انتہائی
اہم نظام ہے اس کا فعال ہماری صحت کی
ضمانت ہے۔ معدے کی جلن، تیزابیت، بھوک
کی کمی، گیس ٹربل، کھٹی ڈکاروں کا مکمل علاج

ہائی بلڈ پریشر کا مکمل علاج

قیمت =/1200

جوہر گلاب

جوہر گلاب ایک ایسا فارمولا ہے جو بلند فشارِ خون کو
اعتدال پر رکھنے کیلئے تسلیم شدہ ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کو ٹھیک
کریں اور دل کو طاقت دیں جوہر گلاب دل دماغ اور
گردوں کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے

میڈیسن منگوانے کے لیے

دھلی دواخانہ 0333-7494839

دھلی دواخانہ
قائم شدہ 1980ء

کاغذی روپیہ

پطرس بخاری

خواجہ علی احمد شہر کے بڑے سوداگر تھے لاکھوں کا روبار چلتا تھا، لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، بچہ بچہ ان کی دیانتداری سے واقف تھا اور ہر شخص جانتا تھا کہ خواجہ علی احمد کے سچے اور بات کے پکے تھے۔

ایک دن انہوں نے اپنے آدمی کو جوتے والے کی دکان سے جوتا خریدنے بھیجا۔ جوتے کی قیمت بیس روپے تھی لیکن بجائے اس کے خواجہ علی احمد اپنے نوکر کو بیس روپے دے کر بھیجے انہوں نے نوکر کے ہاتھ کریم خاں جوتے والے کے نام یہ رقعہ لکھ بھیجا۔

میاں کریم خاں! مہربانی کر کے ہمارے آدمی کو بیس روپے کا ایک جوتا دے دو، ہمارا یہ رقعہ اپنے پاس سنبھال کر رکھ چھوڑو۔ جب تمہارا دل چاہے یہ رقعہ آ کے ہم کو یا ہمارے منشی کو دکھا دینا اور بیس روپے لے جانا۔ یہ رقعہ اگر تم کسی اور شخص کو دینا چاہو تو بے شک دے دو۔ جو ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو بیس روپے دے دیں گے۔ خواجہ علی احمد

دکاندار نے جب رقعے کے نیچے خواجہ علی احمد کے دستخط دیکھے تو اسے اطمینان ہوا، جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مکرنے والے آدمی نہیں اور پھر لاکھوں کے آدمی ہیں۔ روپے نہیں بھیجے تو نہ سہی یہ رقعہ کیا روپوں سے کم ہے؟ جب چاہوں گا رقعہ جا کر دے دوں گا اور روپیہ لے لوں گا۔ چنانچہ اس نے بغیر تامل کے جوتا بھیج دیا۔

تھوڑی دیر بعد کریم خاں دکاندار کے پاس عبداللہ حلوائی آیا اور کہنے لگا: ''میاں کریم خاں! میرے تمہاری طرف پچیس روپے نکلتے ہیں ادا کر دو تو تمہاری بہت مہربانی ہوگی۔

کریم خاں نے کہا: ابھی لو۔ یہ پانچ تو نقد لے لو۔ باقی بیس روپے مجھے خواجہ علی احمد سے لینے ہیں یہ دیکھو ان کا رقعہ ذرا ٹھہر جاؤ، تو میں جا کے ان سے بیس روپے لے آؤں۔ عبداللہ بھی

خواجہ علی احمد کو اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ شہر بھر میں خواجہ کی ساخت قائم تھی کہنے لگے۔ تم یہ رقعہ مجھے ہی دے دو میں بیس روپے لے آوں گا کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ رقعہ لائے اس کو بیس روپے دے دیے جائیں گے۔ کریم خاں نے کہا: یونہی سہی۔ چنانچہ عبداللہ حلوائی نے بیس روپے کے بدلے وہ رقعہ قبول کرلیا۔

کئی دنوں تک یہ رقعہ یونہی ایک سے دوسرے کے ہاتھ میں پہنچ کر شہر میں گھومتا رہا خواجہ علی احمد پر لوگوں کو اس قدر اعتبار تھا کہ ہر ایک اس رقعہ کو بیس روپے کی بجائے لینا قبول کر لیتا کیونکہ ہر شخص جانتا تھا کہ جب چاہوں گا اسے خواجہ صاحب کے منشی کے پاس لے جاؤں گا اور وہاں سے بیس روپے وصول کرلوں گا۔ ہوتے ہوتے یہ رقعہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچ گیا جس کا بھائی کسی دوسرے شہر میں رہتا تھا یہ شخص اپنے بھائی کو منی آڈر کے ذریعے بیس روپے بھیجنا چاہتا تھا۔ ڈاک خانے والوں نے اس رقعہ کو بیس روپے لینے کے عوض قبول نہ کیا۔ چنانچہ وہ شخص سیدھا علی احمد کی کوٹھی پر پہنچا۔ رقعہ منشی کو دیا منشی نے بیس روپے کھن کھن گن دیئے اس نے روپے جا کر ڈاک خانے کو دیئے اور انہوں نے آگے اس کے بھائی کو بیج دیئے اس مثال سے یہ ظاہر ہوا کہ محض ایک کاغذ کا پرزہ کتنی مدت تک روپے کا کام دیتا رہا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کاغذ کے نیچے ایک ایسے شخص کے دستخط تھے جس کی دولت کا سب کو علم تھا سب جانتے تھے کہ یہ شخص جب چاہے بیس روپے ادا کرسکتا ہے اور قول کا اتنا پختہ ہے کہ کبھی ادا کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔

اگر ایسے ہی رقعے کے نیچے ہم یا تم دستخط کر دیتے تو کوئی بھی اسے روپے کے بدلے قبول نہ کرتا اور تو ہمیں جانتا ہی کون ہے اور جو جانتا بھی ہے وہ کہے گا۔ ان کا کیا پتہ آدمی نیک اور شریف اور دیانتدار سہی لیکن خدا جانے ان کے پاس بیس روپے ہیں بھی کہ نہیں کیا معلوم ہم مانگنے جائیں اور وہاں کوڑی بھی نہ ہو۔ خواجہ علی احمد گویا کہ ایک قسم کا نوٹ تھا۔ سرکاری نوٹ بھی بالکل یہی چیز ہوتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ان کے نیچے سرکار کی طرف سے سرکاری خزانے کے ایک افسر کے دستخط ہوتے ہیں۔ اگر تم دس روپے کے نوٹ کو لے کر دیکھو تو اس پر اوپر حکومت پاکستان اور اس

کے نیچے لکھا ہوتا ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ عندالمطالبہ حامل ہذا کو دس روپے سرکاری خزانہ کراچی سے ادا کروں گا۔ اس عبارت کے نیچے سرکاری افسر کے دستخط ہوتے ہیں۔ خواجہ احمد علی کو تو صرف ایک شہر کے لوگ جانتے تھے۔ حکومت پاکستان کو تو ملک کا ہر آدمی جانتا ہے بلکہ ہر ملکوں میں بھی اس کی ساخت قائم ہے اس لئے سرکاری نوٹ کو ہر شخص کو بلا تامل قبول کر لیتا ہے اور قبول کیوں نہ کرے لوگ جانتے ہیں کہ جب چاہیں خزانے میں جا کے اس روپیہ کو بھنا سکتے ہیں۔

خواجہ علی احمد کے رقعہ اور سرکاری نوٹ میں ایک فرق اور بھی ہے خواجہ علی احمد کا رقعہ تو ڈاک خانے والوں نے قبول نہ کیا تھا لیکن سرکاری نوٹ انہیں ضرور ہی قبول کرنا پڑتا ہے۔ سرکاری نوٹوں کو قانونی طور پر ملک کا سکہ قرار دیا گیا ہے اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان کو روپے کے بدلے لینے سے انکار کر دے۔ اگر تمہیں کسی شخص نے دس چاندی کے روپے قرض دیئے تھے اور اب تم اس کو یہ قرض اتارنے کے لئے دس روپے کا نوٹ دیتے ہو تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو چاندی کے روپے ہی لوں گا۔ اسے دس کا نوٹ ضرور لینا پڑے گا۔

روپیہ ایسا ہونا چاہیے کہ اسے آسانی کے ساتھ پاس رکھا جا سکے چاندی کے سکوں میں یہ خوبی ایک حد تک پائی جاتی ہے تاہم چاندی کے سکے وزنی ہوتے ہیں اسی روپے کا وزن سیر بھی ہو جاتا ہے تو جہاں پانچ چھ سو روپے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانے ہو وہاں اچھی خاصی دقت پیش آتی ہے۔ نوٹوں سے یہ دقت رفع ہو جاتی ے ہزاروں روپے کے نوٹ ایک جیب میں آسانی سے ڈالے جا سکتے ہیں۔ نوٹوں کے جاری کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے جس شخص کے پاس بہت سا روپیہ ہو۔ اس کے لئے یہ مشکل ہے کہ بہت سے نوٹ کچھ روپے چونیاں، دونیاں، یہ سب کچھ اپنے پاس رکھے۔ ایک تو سنبھالنے کی تکلیف، دوسرا چوری کا خطرہ اسلئے بہتر یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا روپیہ بنک میں رکھوا دے۔ بینک میں روپیہ امانت کے طور پر رہتا ہے، روپے کا مالک جب چاہے اسے نکلوا سکتا ہے یا جب چاہے جس کو چاہے اپنے حصہ کا روپیہ دلوا سکتا ہے۔ کسی اور کو اپنے حصہ کا روپیہ دلوانے کہ ترکیب یہ ہے

کہ اس کو چیک لکھ کر دے دیا جائے۔

ہم یہاں چیک کے معنوں کو واضح طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں۔فرض کرو عبداللہ نے بینک میں بہت سا روپیہ جمع کر رکھا ہے کریم خان اس سے دس روپیے مانگنے آتا ہے عبداللہ بجائے اس کے کہ کریم خان کو دس روپے نقد دے وہ اس دس روپے کا چیک لکھ دیتا ہے۔چیک گویا ایک قسم کا رقعہ ہے جو عبداللہ کریم خان کی معرفت اپنے بینک کو بھیج رہا ہے۔چیک پر مفصل ذیل الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔

بنام فلاں بنک

کریم خاں کو دس روپے دے دو

راقم عبداللہ

کریم خاں کی بجائے عبداللہ اگر کسی اور کا نام لکھ دے تو جس کا نام لکھے گا اسی کو روپیہ ملیں گے اب سوال یہ ہے کہ کریم خاں دس روپیوں کی بجائے یہ دس روپے کا چیک کیوں قبول کر لیتا ہے؟اس لیے کہ اسے عبداللہ پر اعتبار ہے وہ جانتا ہے کہ بینک میں ضرور عبداللہ کے نام پر روپیہ جمع ہوگا۔جب یہ چیک لے جائے گا مجھے ضرور روپیہ مل جائے گا۔

اب فرض کرو کہ کریم خاں وہ چیک لے کے عبداللہ کے بینک گیا اور کہا مجھے اس چیک کا روپیہ ادا کر دو۔بینک والوں نے عبداللہ کا حساب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہاں تو کل تین روپے ہیں ایسی حالت میں وہ چیک ادا نہیں کر سکتے چنانچہ وہ انکار کر دیں گے تو کریم خاں کا اعتبار عبداللہ پر باقی نہ رہا۔لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بینک والے عبداللہ کو جانتے ہیں۔مدت سے اس کا حساب کھلا ہوا ہے وہ کہتے ہیں بینک میں تو عبداللہ کے تین روپے ہیں مگر چلو کہ فی الحال ہم باقی کے سات روپے اپنے پاس سے دے دیتے ہیں اور عبداللہ کی لاج رکھ لیتے ہیں۔ہم یہ سات روپے پھر اس سے لے لیں گے۔لیکن عام طور پر ایسا کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔لوگوں کا جتنا روپیہ بینک میں ہوتا ہے اس کے اندر اندر ہی چیک دیتے ہیں اور کم ہی ایسا موقع پیش آتا ہے کہ بینک چیک ادا کرنے

سے انکار کر دے۔ اگر کریم خان نے خود ہی کسی بینک میں حساب کھول رکھا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ عبد اللہ کا چیک لے کر وہ خود عبداللہ کے بینک میں جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح وہ اپنا روپیہ بینک میں جمع کروانے کے لئے بھجوا دیتا ہے اسی طرح یہ بھی بھجوا دے۔ اس کے بینک والے خود ہی عبداللہ کے بینک سے اس چیک کا روپیہ وصول کر لیں گے۔ یہ دس روپے کی رقم کریم خاں کے چیک میں جمع کر دی جائے گی اور عبداللہ کے حساب میں خرچ کی آمد میں چڑھا دی جائے گی۔

اس طرح یہ سہولت ہوئی کہ عبداللہ اور کریم خان دونوں کا روپیہ اپنے اپنے بینک میں محفوظ پڑا ہے، نہ تو عبداللہ کو روپیہ ادا کرتے وقت نہ کریم خاں کو وصول کرتے وقت بینک جانا پڑا۔ وہ روپیہ ایک حساب میں سے نکل کر دوسرے کے حساب میں جمع بھی ہو گیا۔ یہ سب کچھ ایک چیک کی بدولت ظہور میں آیا۔ یہاں ہم نے صرف کاغذی روپے کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے، ایک سرکاری نوٹ اور دوسرے چیک، ان کے علاوہ اور بھی کاغذات ایسے ہیں جن کے ذریعے سے بڑی بڑی رقمیں یہاں سے دور دراز ملکوں تک پہنچ جاتی ہیں۔

مدرسہ علی المرتضیٰ
سکول و کالجز کے طلبہ و طالبات کیلئے
نوٹ طالبات کیلئے علیحدہ پردہ اور معلمہ کا انتظام ہوگا
30 روزہ
صراطِ مستقیم کورس
منعقد ہو رہا ہے
مورخہ افتتاح 15 جون 2011ء سے روزانہ صبح 8 بجے تا 10 بجے
مولانا قاری مختار احمد صاحب چک 41 جنوبی سرگودھا
0346-8610341

چند اہم اسلامی آداب

الشیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ

ادب ۲۸: جب آپ اپنے بھائی، رشتہ دار، یا جاننے والے کے پاس اس کی مصیبت میں تعزیت لیے جائیں تو مستحب یہ ہے کہ اپنے میت بھائی کے لیے دعا بھی کریں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمۃ کے لیے دعا فرمائی تھی، اور ان کے گھر والوں سے تعزیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: **اللھم اغفر لابی سلمة وارفع درجته فی المهديين واخلفه فی عقبه فی الغابرين ای کن له خليفة فی ذريته الباقين من اسرته، واغفرلنا وله يارب العالمين، وافسح له فی قبره، ونورله فيه**

(مسلم)

ترجمہ: اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، پیچھے رہ جانے والوں اور باقی ماندہ لوگوں کے لیے اس کا خلیفہ بن جا، ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اے رب العالمین اس کی قبر کو کشادہ اور روشن کردے۔ (اس کو امام مسلم نے روایت کیا)

جس شخص سے آپ تعزیت کر رہے ہیں اس سے آپ کی گفتگو ایسی ہو کہ جس سے اس کی مصیبت کا غم ہلکا ہو، وہ اس طرح کہ آپ اس کے سامنے مصیبت پر اجر اور اس پر صبر کرنے پر اجر وثواب کا ذکر کریں، اور یہ کہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ اس سلسلہ میں اس سے متعلق بعض آیات کریمہ اور احادیث شریفہ ذکر کی جائیں نیز سلف صالحین کے اقوال پیش کئے جائیں مثلاً اللہ کا یہ فرمان: **وبشر الصابرين الذين اذااصابتهم مصيبة قالوا انااللہ وانااليه راجعون اولئک عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون.** (البقرہ:155،156،157)

ترجمہ: اور آپ ایسے صابرین کو بشارت دیجئے (جن کی عادت یہ ہے) کہ ان پر جب کوئی

مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم (مع مال واولاد حقیقتا) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور سب پر اشتراک عام رحمت بھی ہوگی، اور وہی لوگ ہیں جن کی حقیقت حال تک رسائی ہوگی۔

اس طرح اللہ کا یہ فرمان: **کل نفس ذائقة الموت وانما تو فون اجورکم یوم القیامة ،فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز، ومالحیوٰة الدنیا الامتاع الغرور.**

(آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا، اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر دھوکے کا سودا ہے۔ اور اللہ کا یہ فرمان: **کل من علیھا فان ویبقٰی وجه ربک ذوالجلال والاکرام.** (رحمٰن:۲۶،۲۷)

ترجمہ: جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی اور جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: **اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرامنھا.**

ترجمہ: اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور اس سے مجھے بہتر بدل عطا فرما

(صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: **ان لله مااخذ وله مااعطی، وکل شئی عنده باجل مسمی**

ترجمہ: اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول جو آپ نے اپنے صاحبزادے ابراہم کو الوداع کرتے وقت فرمایا جب ان کی وفات ہوئی: **ان العین تدمع، والقلب یحزن ولا نقول الا**

ما یرضی ربنا ، وانا بفراقک یابراھیم لمحزونون.

ترجمہ: آنکھیں پرنم ہیں دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کریں گے جو ہمارے رب کو راضی کرنے والی ہے اور اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں۔ (بخاری ومسلم)

نیز یہ بھی مناسب ہے کہ مصیبت والے کے سامنے اس کا غم ہلکا کرنے کے لیے اقوال ذکر کریں مثلاً: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہر روز کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص وفات پا گیا فلاں دنیا سے چلا گیا اور ایک دن ایسا بھی ضرور آنے والا ہے کہ اس دن کہا جائے گا عمر بھی وفات پا گئے اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سنائیں کہ: جس شخص کے درمیان اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی باپ زندہ نہیں وہ بھی موت میں ڈوبنے والا ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول:

اے آدم! کے بیٹے تو چند دنوں کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر جاتا ہے تو تیرا ایک حصہ چلا جاتا ہے۔ نیز انہیں کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے جنت کے لیے جنت سے کم کسی چیز میں راحت نہیں رکھی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگرد مالک بن دینار کا قول اہل تقویٰ کی خوشی کا دن تو قیامت کا دن ہوگا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وانا لنفرح بالایام نقطعھا

وکل یوم مضی یدنی من الاجل

یعنی ہم خوش ہوتے ہیں کہ دن گزر رہے ہیں لیکن ہر دن جو گزرتا جاتا ہے وہ ہمیں موت کے قریب کر رہا ہے۔ تعزیت کے کے سلسلہ میں بہت ہی عمدہ شعر کہا گیا ہے:

انا نعزک الا انا علی ثقة

من الحیاة ولکن سنة الدین

فمالمعذی باق بعد میتته

ولامعزی وان عاشا الی حین

یعنی ہم آپ کی تعزیت کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کا یقین بلکہ اس لیے تعزیت کرتے ہیں کہ یہ دین اسلام کی سنت ہے۔ میت کے بعد نہ تو جس کی تعزیت کی جاتی ہے وہ باقی رہے گا اور نہ تعزیت کرنے والا اگرچہ وہ لمبی عمر تک زندہ رہے۔ اسی مناسبت سے کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

نموت ونحیا کل یوم ولیلة

ولابد من یوم نموت ولانحیا

یعنی ہم ہر روز مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں (یعنی سو کر اٹھتے ہیں) اور ایک دن ضرور آنے والا ہے کہ ہم مریں گے اور زندہ نہ ہوں گے اور ایک شاعر نے زندگی اور غفلت کی سچی تصویر کھینچتے ہوئے کہا ہے:

وانالفی الدنیا کرکب سفینة نظن وقوفا والزمان بنا یجری

دنیا میں ہماری مثال ایسی ہے جیسے کشتی کے سوار، ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کھڑی ہے اور زمانہ کی کشتی ہمیں لے کر چل رہی ہوتی ہے۔ مجھے ان آیات احادیث اور بزرگوں کے اقوال..... جن کا تعزیت میں ذکر کرنا مناسب ہوتا ہے..... کے ذکر کرنے کی اس لیے حاجت محسوس ہوئی کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ مصیبت زدہ شخص کی مجلس تعزیت میں غیر متعلقہ موضوعات چھیڑ دیتے ہیں جن کا اس مصیبت زدہ غمگین شخص کی حالت سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا اور جو ایک غمگین پر گراں گزرتے ہیں اور یہ ذوق سلیم اور اسلامی آداب کے خلاف ہے۔

ادب ۲۹: مجلس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ اپنے مہمان یا جس سے بھی گفتگو کر رہے ہوں تو آپ کی آواز نہایت نرم اور پست ہونی چاہیے، اور ضرورت کے مطابق اپنی آواز کو بلند کریں کیونکہ ضرورت سے زائد آواز بلند کرنا گفتگو کرنے والے کو زیب نہیں دیتا۔ اور وہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں مخاطب کو پوری عزت نہیں ہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کا خیال رکھنا اپنے دوست ہم منصب جسے آپ جانتے ہیں، یا نہیں جانتے آپ سے چھوٹا ہے

یا آپ سے بڑا ہے سب کے لیے ہے اور اس ادب کا خیال رکھنا اس وقت اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے جب آپ اپنے والدین یا والدین جیسے یا جو آپ کے نزدیک قابل تعظیم اور قابل احترام ہوں، ان سے گفتگو کر رہے ہیں، اس سلسلہ کی چند آیات اور احادیث پیش کی جاتی ہیں: قرآن کریم نے حضرت لقمان حکیم کی نصیحت جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی ہے ذکر کی ہے **واغضض من صوتک** یعنی جب لوگوں سے بات کرو تو اپنی آواز کو پست کرو اور اسے اونچا مت کرو، کیونکہ ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا ناپسندیدہ اور برا عمل ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: **یاایھاالذین امنو لاترفعوا صواتکم فوق صوت النبی و لاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون o ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم.**

(الحجرات:۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ آیت کے اترنے کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات عرض کرتے تو اس طرح بات کرتے جیسے کوئی سرگوشی کرنے والا بات کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات دہرانے کے لیے ارشاد فرماتے۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اتنی آواز پست کرتے کہ آپ کو سمجھنے کے لیے ان سے پوچھنا پڑتا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام 197/4 میں جلیل القدر فقیہ اور تابعی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے

میں عبداللہ بن عون رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ امام محمد بن سیرین جب اپنی والدہ محترمہ کے پاس ہوتے تو دیکھنے والا جوان کو جانتا نہ ہوتا یہ سمجھتا کہ وہ بیمار ہیں کیونکہ والدین کے سامنے وہ اپنی آواز بہت پست کرتے تھے نیز حافظ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ 213/6 میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے شاگرد ایک بڑے امام عبداللہ بن عون رحمہ اللہ بصرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک بار ان کی والدہ محترم نے ان کو بلایا تو جواب میں ان کی آواز والدہ کی آواز سے زیادہ اونچی ہوگئی تو وہ بہت گھبرائے کہ یہ ان سے گناہ ہوگیا ہے اس لیے فوراً دو غلام آزاد کر دیے۔کوفہ کے مشہور قاری عاصم بن بہدلہؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا تو ایک شخص ان کی مجلس میں بلند آواز سے بولنے لگا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا مت کرو ایک شخص کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ گفتگو کے وقت اتنی بلند آواز کرے، جتنی اس کا بھائی یا ہم مجلس سن سکے۔

(تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر لعبدالقادر بدران: 123/7)

تین اقسام

(حضرت عمرؓ نے فرمایا، مرد تین قسم کے ہوتے ہیں)

☆.....پاک دامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا، جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

☆.....وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں، اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔

☆.....وہ مرد جو حیران و پریشان ہوا سے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے، کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔

(حیاۃ الصحابہ ج ۳ ص ۵۶۲)

ہمارا کچن

اہلیہ اعجاز، قصور

بادام کا شربت

اجزاء:

بادام کی گری عمدہ قسم کی..... آدھا کلو

چینی..... ڈیڑھ کلو

الائچی چھوٹی..... بارہ عدد

ٹھنڈا پانی..... ایک کلو

ترکیب:

بادام کی گری ایک دن پہلے پانی میں بھگو دیں اور دوسرے دن چھیل کر سیل پر باریک پیس لیں پھر اس میں تھوڑا پانی ڈال کر نتھار کر پھر سے باریک پیس لیں اس طرح چار مرتبہ کرنے سے بادام سارے پس جائیں گے اگر تھوڑا بہت موٹا بادام رہ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اب ویسے پسے ہوئے بادام چینی اور پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دیں جب قوام تیار ہو جائے تو الائچی بھی باریک پیس کر اس میں شامل کریں اور اس کو گاڑھا ہونے دیں یہ شربت کافی گاڑھا ہوتا ہے اسے اتار کر ٹھنڈا ہونے پر کسی مرتبان میں ڈال لیں اور دو چمچے ایک گلاس میں ڈال کر پانی یا دودھ میں ڈال کر نوش فرمائیں۔

بہت ہی لذیز اور دل و دماغ کے لیے مفید ہوتا ہے

آپ نے لکھا

مکرمی جناب مدیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کے بعد عرض ہے کہ بندہ پہلی مرتبہ آپ کی خدمت ایک درد بھری نظم ارسال کر رہا ہے اور اپیل کرتا ہے کہ ہو سکے تو مئی کے شمارہ بنات اہلسنت میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع فراہم کریں امید ہے مایوس نہ کریں گے۔ والسلام محمد نصر اللہ ناصری

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی بھائی! آپ جتنی مرتبہ مرضی اپنی تحریر ارسال کریں گے ان شاء اللہ ہم اس کو بنات اہل السنّت میں جگہ دے کر آپ کو شکریہ کا موقع دیں گے اور یقین کریں کہ ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ ایک گزارش ضرور کریں گے کہ نظمیں بے شک ارسال کریں لیکن ''درد بھری'' نہ ہوں۔ والسلام

☆☆☆

بخدمت جناب محترم ومکرم مولانا کلیم اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی خیریت سے ہوں گے اللہ پاک آپ کو مسلک کی خدمت کے لیے مزید وقوت دے ایک اور گزارش ہے کہ آخر میں میرا نام اور ایڈریس شامل فرمائیں۔

عبدالجلیل عباسی چمن کوٹ آزاد کشمیر

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی! اللہ تعالی آپ کو دونوں جہانوں کی کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے آپ کی کاوش ہم تک پہنچ چکی ہے لیکن چونکہ اس موضوع پر مفصل مضمون مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا شامل ہو چکا ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ کسی دوسرے عنوان پر اپنی تحریر ہمیں ارسال فرمائیں ان شاء اللہ ضرور شائع کریں گے۔

ماہنامہ بنات اہلسنت

ملنے کے پتے

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ 0302-3501755

مولانا محمد شمیم ناگرہ، ماموں کانجن 0332-3637628

مولانا محمد افضل، کروڑلعل عیسن لیہ 0302-8767686

مولانا محمد اقبال، جامعہ قادریہ بھکر 0346-6451553

مولانا محمد امین کمالوی، جامعہ حقانیہ لاہور 0306-8562708

محمد ہارون حنفی، نفیس لائبریری اچھرہ لاہور 0321-4743173

مولانا محمد اکرم نذیر، نزد مرکزی عیدگاہ چنیوٹ 0323-7803106

مولانا ساجد منگلوری، ڈاکخانہ منگلور تحصیل وضلع مانسہرہ ہزارہ 0333-5076151

مولانا محمد ابراہیم، جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم محراب پور سندھ 0301-2461685

مولانا محمد آصف، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات تلہ گنگ ضلع چکوال 0300-7374582

مولانا نیاز فاروقی، جامعہ مدنیہ تعلیم الاسلام جڑانوالہ فیصل آباد 03319144212

مولانا محمد نواز، مدرسہ تعلیم الاسلام 223 سنت پورہ فیصل آباد 03326566136

مولانا محمد عمر فاروق، خطیب جامع مسجد چوکی بھاگٹ سرگودھا

مولانا عبدالغفار، خطیب جامع مسجد بلال میرک پور ناروال

مولانا عبدالمالک جامع مسجد مدنی، اڈا میانی ضلع سرگودھا

مولانا محمد ادریس، جامع انوارالاسلام لوبن پلی، ناروال

مولانا عبداللطیف عابد، جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر

مولانا سیف الرحمن، جامعہ حنفیہ بورے والا

قاری مختار احمد، 41 جنوبی سرگودھا